الحمد لله

والمنّة کہ رسالہ ہٰذا

از تصنیفات حضرت

امام ہمام مسیح موعود و مہدی معہود

جناب مرزا غلام احمد صاحب نصرہ اللہ و ایّدہ

الموسوم بہ

تحفہ غزنویہ

سنہ ۱۹۰۲ء

بماہ اکتوبر

مطبع ضیاء الاسلام قادیان ضلع گورداسپور میں باہتمام حکیم حافظ فضل الدین صاحب بھیروی مالک مطبع چھپکر شائع ہوا

قیمت ۴/ محصولڈاک ۱/ وی پی ۱/ کل ۶/

تعداد اشاعت

۷۰۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نحمدہٗ و نصلی

درجواب اشتہار عبدالحق غزنوی

اے پئے تحقیرِ من بستہ کمر — نیستت جز ہجو من کارِ دگر
می کشائی ہر دمے بر من زباں — چوں نترسی از خدائے رازداں
از سر تقوی ہمی باید جدال — تا کجا دشنام ہا اے بدخصال
نیستی گرگِ بیابانی نہ مار — ترک کن ایں خوی و از حق شرم دار
اے عجب از سیرتت ای پُر غضب — از حقیقت بے خبر دور از ادب
خیز و اول فہم خود را کن درست — نکتہ چیں را چشم می باید نخست
دل شود از بد زبانیہا سیاہ — بد زباناں را در آنجا نیست راہ
کم نشیں با زمرۂ مستہزئیں — تا بیابی حصّۂ از مہتدیں
روز و شب بد گفتنم کارِ تو شد — لعنت و تحقیر کردارِ تو شد
لعنت آں باشد کہ از رحماں بود — لعنت نا اہل و دوں آساں بود
گر سفیہے لعنتے بر ما کند — او نہ بر ما خویش را رسوا کند
ہر کہ مے دارد دل پرہیزگار — چوں عجب دارد ز کارِ کردگار
آنکہ از یک قطرہ انسانے کند — و از دو مشتِ تخم بستانے کند
چوں منے را گر مسیحائے کند — یا گدائے را شہنشاہے کند
نیست از فضل و عطائے او بعید — کور باشد ہر کہ از انکار دید
ہاں مشو نومید زاں عالیجناب — بندہ باش و ہرچہ می خواہی بیاب

قادر است و خالق و ربّ مجید — ہرچہ خواہد می کند عجزش کہ دید
نطفہ را روئے درخشاں می دہد — سنگ را لعل بدخشاں می دہد
بر کسے چوں مہربانی مے کند — از زمینی آسمانی مے کند
ہم چنیں بر من عطائے کرده است — فضلہا بے انتہائے کرده است
مظہر انوار آں بیچوں شدم — در معارف از ہمہ افزوں شدم
یار من بر من کرم دارد بسے — صد نشاں دارم اگر آید کسے
بشنوید اے مردگاں من زنده ام — اے شبانِ تیره من تابنده ام
ایں دو چشم من کہ زیب ایں سرم — بیند آں یارے کہ یارے دلبرم
ایں قدم تا عرش حق دارد گذر — و ایں دو گوشم را رسد از حق خبر
صد ہزاراں نعمتم بخشیده اند — و ایں رخم از غیر حق پوشیده اند
می دہم فرعونیاں را ہر زماں — چوں ید بیضائے موسیٰ صد نشاں
زیں نشانہا بدرگاں کور و کر اند — صد نشاں بینند و غافل بگذرند
دور افتادم ز چشمانِ بشر — از مقامم کس نمے دارد خبر
در من افتادند از نقص عقول — بخت برگردیده محروم از قبول
کس ز رازِ جانِ من آگاه نیست — عقل شاں را تا در ما راه نیست
از پئے حمق است جوش و جنگ شاں — و از پئے اخفاء حق آہنگ شاں
اے عزیز گر بیائی سوئے ما — و از وفا رخت افگنی در کوئے ما
و از سر صدق و صداقت پروری — روزگارے در حضور ما بری
حالے بینی ز ربانی نشاں — سوئے رحماں خلق و عالم را کشاں
من نمے خواہم کہ آزارے دہم — بر سر ہر ماه دینارے دہم
ہم چنیں یک سال می باید قیام — از من ایں عہد است و از تو التزام
گر گذشت ایں سال و عدمِ نشاں — ہرچہ میگوئی بمن گو بعد ازاں
صالحاں را ایں طریق و سنت است — راه استعجال راه لعنت است
ہر کہ روشن شد دروں از حضرتش — کیمیا باشد دمے در صحبتش
ہر کہ او را ظلمتے گیرد بہ راه — دامن پاکاں است او را عذرخواه

آں خدا با یار خود یاری کند — با وفاداراں وفا داری کند
ہر کہ عشقش در دل و جانش فتاد — ناگہاں جانے در ایمانش فتاد
عشق حق گردد عیاں بر روئے او — بوئے او آید ز بام و کوئے او
دید او باشد بحکم دید او — خود نشیند حق پئے تائید او
بس نمایاں کارہا کاندر جہاں — مے نماید بہر اکرامش عیاں
صد شعاعش مے دہد چوں آفتاب — تا مگر جانے بر آید از حجاب
ایں چنیں بر من کرمہا کردہ است — منکرم بر خود ستمہا کردہ است
علم قرآں علم آں طیّب زباں — علم غیب از وحی خلّاق جہاں
ایں سہ علم چوں نشانہا دادہ اند — ہر سہ ہمچوں شاہداں استادہ اند
آدمی زادے ندارد ہیچ فن — تا در آویزد دریں میداں بمن
حجت رحماں بر ایشاں شد تمام — یاوہ گوئی ماند در دستِ لئام
از کسوف و ترک آں نورے کہ بود — مہر و مہ ہم پیشِم آمد در سجود
ایں نشاں بر آسماں رحماں نمود — بر زمیں ہم دست ہیبتہا کشود
ہست لطف یار من بر من اتم — او مرا شد من ہم از بہرش شدم
دلبرم در شد بجان و مغز و پوست — راحت جانم بیاد روئے اوست
رازہا دارم بیار دلبرم — شد عیاں از من بہار دلبرم
ہر کسے دستے بہ دامانے زند — ما بہ ذیل حیّ و قیوم و احد
اے دریغا قوم من نشناختند — نقد ایماں در حسدہا باختند
ایں جہانِ پُر ستم کور و کر است — چشم شاں از چشم بوماں کمتر است

ذرّہ بودم مرا بنواختند
چوں خورے گشتم زچشم انداختند

میاں عبد الحق صاحب غزنوی نے ایک اشتہار نکالا ہے جو در حقیقت مولوی عبد الجبار اور ان کے بھائیوں کی طرف سے معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔ اس اشتہار میں جس قدر سخت زبانی اور ٹھٹھا اور ہنسی ہے جو قدیم سے طریق سفہاء کا ہے اس کو ہم

خدا تعالےٰ کے عدل کے سپرد کرکے اصل باتوں کا جواب دیتے ہیں و باللہ التوفیق۔

یہ اشتہار دو رنگ کے حملوں پر مشتمل ہے۔ اول میاں عبد الحق نے بعض گذشتہ نشانوں اور پیشگوئیوں کو جو فی الواقع پوری ہو چکیں یا وہ جو عنقریب پوری ہونے کو ہیں پیش کرکے عام لوگوں کو یہ دھوکہ دینا چاہا ہے کہ گویا وہ پوری نہیں ہوئیں۔ مثلاً وہ اپنے اشتہار میں لکھتا ہے کہ ڈپٹی آتھم اور احمد بیگ ہوشیارپوری اور اس کے داماد والی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ مگر ہمیں تعجب ہے کہ مولوی کہلاکر پھر ایسا گندہ جھوٹ بولنا ان لوگوں کی طبیعت کیونکر گوارا کر لیتی ہے کس کو معلوم نہیں کہ یہ دونوں پیشگوئیاں رجوع الی الحق اور توبہ کی شرط کے ساتھ مشروط تھیں۔ مگر احمد بیگ بباعث اس کے کہ اس کی نظر کے سامنے کوئی ہیبت ناک نمونہ موجود نہیں تھا اس شرط سے فائدہ اٹھا نہ سکا اور پیشگوئی کی منشاء کے موافق عین میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور اس کی موت نے صفائی سے پیشگوئی کی ایک ٹانگ کو پورا کرکے دکھلا دیا۔ احمد بیگ وہ شخص تھا جس کی موت نے مخالف مولویوں میں بڑا ماتم پیدا کیا اور محمد حسین نے لکھا کہ "یقیناً اس شخص کو علم نجوم آتا ہے جس کی پیشگوئی ایسی صفائی سے پوری ہو گئی"۔ مگر احمد بیگ کے داماد اور اس کے والدین اور اقارب نے جب یہ ہولناک نمونہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو ایسا خوف طاری ہوا کہ قبل از مردن مردہ سمجھہ لیا گیا اس لئے جیسا کہ انسان کی فطرت میں داخل ہے اس مشاہدہ سے بہت رجوع الی اللہ ان کے دلوں میں پیدا ہوا اور بعض نے مجھکو خط لکھے کہ تقصیر معاف کریں اور ان کے گھروں میں دن رات ماتم شروع ہوا اور صدقہ خیرات اور نماز روزہ میں لگ گئے اور اس گاؤں کے لوگ عورتوں کا رونا اور چیخنا سنتے رہے

غرض وہ تمام زن و مرد خوف سے بھر گئے اور یونس کی قوم کی طرح اُس عذاب کو دیکھکر توبہ اور صدقہ اور خیرات میں مشغول ہو گئے۔ پھر سوچ لو کہ ایسی حالت میں ان کے ساتھ خدا تعالےٰ کا کیا معاملہ ہونا چاہیئے تھا۔ ایسا ہی ڈپٹی آتھم بھی احمد بیگ والے نشان کو سُن چکا تھا اور بذریعہ اخبارات اور اشتہارات کے یہ نشان لاکھوں انسانوں میں مشہور ہو چکا تھا اس لئے اس نے بھی پیشگوئی کے سننے کے بعد خوف اور ہراس کے آثار ظاہر کئے۔ لہذا پیشگوئی کی شرط کے موافق خدا نے تاخیر دی کیونکہ شرط خدا کا وعدہ تھا اور وہ اپنے وعدہ کے برخلاف نہیں کرتا۔ یہ تمام دنیا کا مانا ہوا مسئلہ اور اہل اسلام اور نصاریٰ اور یہود کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ وعید یعنے عذاب کی پیشگوئی بغیر شرط توبہ اور استغفار اور خوف کے بھی ٹل سکتی ہے جیساکہ یونس نبی کی چالیس دن کی پیشگوئی جس کے ساتھ کوئی شرط نہ تھی ٹل گئی اور نینوا کے رہنے والے جو ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھے ان میں سے ایک بچہ بھی نہ مرا اور یونس نبی اس خیال اور اس ندامت سے کہ میری پیشگوئی جھوٹی نکلی اپنے ملک سے بھاگ گیا۔ اب سوچو کہ کیا یہ ایمانداری ہے کہ اس اعتراض کرتے وقت اس قصہ کو یاد نہیں کرتے اور اس جگہ حدیث کے لفظ یہ ہیں کہ قال لن ارجع الیہم کذابًا یعنے یونس نے کہا کہ اب میں جھوٹا کہلاکر پھر اس قوم کی طرف ہرگز نہیں جاؤں گا۔ اگر حدیث پر اعتبار ہے تو در منثور میں اس موقع کی تفسیر میں حدیثیں دیکھ لو اور اگر عیسائیوں کی بائبل پر اعتبار ہے تو یونہ نبی کی کتاب کو دیکھو آخر کسی وقت تو شرم چاہیئے۔ بیحیائی اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے اس نا انصافی اور ظلم کا خدا تعالےٰ کے پاس کیا جواب دوگے کہ تم لوگوں نے سَو پیشگوئی صفائی سے پوری ہوتے دیکھی اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا اور ایک دو پیشگوئیاں جن کو تم لوگ اپنی ہی جہالت

سے سمجھ نہ سکے جو مشروط بشرائط تھیں اُنپر شور مچا دیا۔ مگر یہ شور مجھ سے اور میری پیشگوئیوں سے خاص نہیں ہے۔ بھلا کسی ایسے نبی کا تو نام لو جس کی بعض پیشگوئیوں کی نسبت جاہلوں نے شور نہ مچایا ہو کہ وہ پوری نہیں ہوئیں۔ میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ وعید یعنی عذاب کی پیشگوئیوں کی نسبت خدا تعالےٰ کی یہی سنت ہے کہ خواہ پیشگوئی میں شرط ہو یا نہ ہو تضرّع اور توبہ اور خوف کی وجہ سے ٹالدیتا ہے۔ اسپر صرف یونس کا قصہ ہی گواہ نہیں بلکہ قرآن اور حدیث اور تمام نبیوں کی کتابوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خدا تعالےٰ جب کسی کو عذاب دینے کا ارادہ فرماتا ہے اور اُسپر کوئی بلا نازل کرنا چاہتا ہے تو وہ بلا دعا اور توبہ اور صدقات سے ٹل سکتی ہے اب ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ جو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے اگر اپنے اس ارادہ پر کسی نبی یا رسول یا محدث کو مطلع کر دے تو اس صورت میں وہی ارادہ پیشگوئی کہلاتا ہے۔ پس جبکہ مانا گیا ہے کہ وہ ارادہ دعا اور صدقہ اور خیرات سے ٹل سکتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ محض اس سبب سے کہ اس ارادہ کی کسی ملہم کو اطلاع بھی دی گئی ہے ٹل نہیں سکتا۔ کیا وہ ارادہ اطلاع دینے کے بعد کچھ اور چیز بنجاتا ہے یا خدا کو اطلاع دینے کے بعد دعا اور توبہ اور صدقہ کے ذریعہ سے اس کو ٹال دینا ناگوار معلوم ہونے لگتا ہے اور قبل از اطلاع اس کو ٹالنا ناگوار معلوم نہیں ہوتا۔ افسوس کہ نادان لوگ خدا تعالےٰ کے وعدہ اور اس کی وعید میں کچھ فرق نہیں سمجھتے۔ وعید میں در اصل کوئی وعدہ نہیں ہوتا صرف اس قدر ہوتا ہے کہ خدا تعالے اپنی قدّوسیت کی وجہ سے تقاضا فرماتا ہے کہ شخص مجرم کو سزا دے اور بسا اوقات اس تقاضا سے اپنے ملہمین کو اطلاع بھی دیدیتا ہے پھر جب شخص مجرم توبہ اور استغفار اور تضرع اور زاری سے اُس

تقاضا کا حق پورا کر دیتا ہے تو رحمت الٰہی کا تقاضا غضب کے تقاضا پر سبقت لے جاتا ہے اور اس غضب کو اپنے اندر مجوب و مستور کر دیتا ہے - یہی معنے ہیں اس آیت کے کہ عذابی اصیب بہ من اشاء و رحمتی وسعت کل شی یعنے رحمتی سبقت غضبی - اگر یہ اصول نہ مانا جائے تو تمام شریعتیں باطل ہو جاتی ہیں - پس کس قدر ہمارے مخالفوں پر افسوس ہے کہ وہ میرے کینہ کے لئے شریعت اسلامیہ پر تبر چلاتے ہیں - وہ جب حق بات سنتے ہیں تو تقویٰ سے کام نہیں لیتے بلکہ اس فکر میں لگجاتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اسکو رد کرنا چاہیے - نہ معلوم کہ وہ معارف حقہ کو رد کرتے کرتے کہاں تک پہونچیں گے - یہ جو لکھا ہے کہ اولیا کے مقابلہ سے سلب ایمان کا خطرہ ہے وہ خطرہ اس وجہ سے یہی پیدا ہوتا ہے کہ صدیقوں اور اولیا کی باتیں سچائی کے چشمہ سے نکلتی ہیں اور ستون ایمان ہوتی ہیں مگر اُن کا مخالف اپنا یہ اصول مقرر کر لیتا ہے کہ اُنکی ہر ایک بات کو رد کرتا جائے اور کسی کو قبول نہ کرے کیونکہ حسد اور عداوت بری بلا ہے لہذا ایک دن کسی ایسے مسئلہ میں مخالفت کر بیٹھتا ہے جس سے ایمان فی الفور رخصت ہو جاتا ہے مثلاً جیسا کہ یہ مسئلہ کہ خدا کا عذاب کا ارادہ خواہ اُس ارادہ کو کسی ملہم پر ظاہر کیا ہو یا نہ کیا ہو دعا اور صدقہ اور توبہ اور استغفار سے ٹل سکتا ہے کس قدر سچا اور مغز شریعت اور تمام نبیوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے مگر کیا ممکن ہے کہ ایک نفسانی آدمی جو مجھ سے مخالفت رکھتا ہے وہ اس نکتہ معرفت کو میرے مونھ سے سنکر قبول کر لے گا ؟ ہرگز نہیں - وہ تو سنتے ہی اس فکر میں لگ جائے گا کہ اس کا کسی طرح رد کرنا چاہیئے تا کسی پیشگوئی کی تکذیب کا یہ ذریعہ ٹھہر جائے - اگر اس شخص کو خدا کا خوف ہوتا تو لوگوں کی طرف نہ دیکھتا اور ریا کاری سے غرض

نہ رکھتا بلکہ اپنے تئیں خدا کے سامنے کھڑا سمجھتا اور وہی بات مونہہ پر لاتا جو بپابندی تقویٰ بیان کرنے کے لائق ہوتی۔ اور ملامت اٹھاتا اور لوگوں کی لعنت سنتا مگر سچائی کی گواہی دے دیتا۔
ولکن اذا غلبت الشقوۃ فاین السعادۃ۔

دوسرا حملہ میاں عبدالحق کا یہ ہے کہ وہ تجویز جو میں نے خدا تعالےٰ کے الہام سے بطور اتمام حجت پیش کی تھی جس کو میں اس سے پہلے بھی بذریعہ اشتہار شایع کر چکا تھا یعنے بیماروں کی شفا کے ذریعہ سے استجابت دعا کا مقابلہ اس تجویز کو میاں عبدالحق منظور نہیں فرماتے اور یہ عذر کرتے ہیں کہ بھلا سارے مشائخ اور علماء ہندوستان و پنجاب کس طرح جمع ہوں اور انکے اخراجات کا کون متکفل ہو۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ کیا فضول اور پُر عذر ہے۔ جس حالت میں یہ لوگ قوم کا ہزارہا روپیہ کھاتے ہیں تو ایسے ضروری کام کے لئے دو چار روپیہ تک کرایہ خرچ کرنا کیا مشکل ہے یہ تو ہم نے قبول کیا کہ یہ لوگ دین کے لئے کوئی تکلیف اپنے پر گوارا نہیں کر سکتے لیکن ایسی ضروری مہم کے لئے کہ ہزارہا لوگ انکے پنجہ سے نکلتے جاتے ہیں اور بزعم ان کے وہ کافر بنتے جاتے ہیں چند درہم کرایہ کے لئے جیب سے نکالنا کوئی بڑی مصیبت نہیں اور اگر کوئی شخص ایسا ہی ضُرِبت علیہم الذلۃ کا مصداق ہے تو اس کو عبدالحق کی وکالت کی ضرورت نہیں میں دوسو کوس تک کے کرایہ کا خود ذمہ وار ہو سکتا ہوں چاہیئے کہ وہ کسی سے قرض لیکر لاہور پہونچ جائے اور اپنے شہر کے کسی رئیس کا سارٹیفکیٹ مجھے دکھلادے کہ حقیقت میں اس مولوی یا پیرزادہ پر سخت رزق کی مار نازل ہے قرضہ لیکر لاہور میں پہونچا ہے۔ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ کرایہ میں دیدوں گا بشرطیکہ کوئی نامی مولوی یا پیرزادہ نہ ہو نامی ہو جیسے نذیر حسین دہلوی وغیرہ۔ اور اگر یہ تجویز

منظور نہیں تو صرف ضلع لاہور امرتسر گورداسپورہ لدھیانہ کے مولوی اور مشائخ اکٹھے ہو جائیں انہیں سے بھی بشرط مذکورہ بالا ہر ایک مصیبت زدہ کا کرایہ میں دیدوں گا۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاعلموا انکم سترجعون الی اللہ ثم تسئلون۔

پھر میاں عبد الحق نے یہ کارروائی کی ہے کہ یہ عذر کر کے جس کا ابھی ہم نے جواب دیا ہے اپنی طرف سے ٹھٹھے اور ہنسی سے ایک نشان مانگا ہے اور اس ٹھٹھے میں گذشتہ منکرین سے کم نہیں رہے۔ کیونکہ عرب کے لوگوں نے اس قسم کے ہنسی اور ٹھٹھے سے کبھی نشان نہیں مانگا کہ فلاں صحابی کی ٹانگ کمزور ہے وہ درست ہو جائے یا اس کی کسی آنکھ میں بصارت نہیں وہ ٹھیک ہو جائے۔ ہاں مکہ کے لوگوں نے یہ نشان مانگا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا گھر سونے کا ہو جائے اور اس کے اردگرد نہریں بھی جاری ہوں اور نیز یہ کہ آپ اُنکے دیکھتے ہوئے آسمان پر چڑھ جائیں اور دیکھتے دیکھتے آسمان پر سے اتر آئیں اور خدا کی کتاب ساتھ لاویں اور وہ اس کو ہاتھ میں لیکر ٹٹول بھی لیں تب ایمان لائیں گے۔ اس درخواست میں اگرچہ جہالت تھی لیکن میاں عبد الحق کی طرح ایذا دینے والی شرارت نہ تھی۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے نشان مانگے تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اُن درخواست کنندہ لوگوں کو ان کے موںہہ مانگے نشان نہیں دیئے گئے تھے بلکہ زجر اور توبیخ سے جواب دیا گیا تھا اور قرآن شریف میں اقتراحی نشانوں کے مانگنے والوں کو یہ جواب دیا گیا تھا کہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرًا رسولا یعنے خدا تعالے کی شان اس تہمت سے پاک ہے کہ کسی اس کے رسول یا نبی یا ملہم کو یہ قدرت حاصل ہو کہ جو الوہیت کے متعلق خارق عادت کام ہیں انکو وہ اپنی قدرت سے دکھلائے اور فرمایا کہ انکو کہدے کہ

ہیں تو صرف آدمیوں میں سے ایک رسول ہوں جو اپنی طرف سے
کسی کام کے کرنے کا مجاز نہیں ہوں ۔ محض امر الہی کی پیروی کرتا
ہوں ۔ پھر مجھ سے یہ درخواست کرنا کہ یہ نشان دکھلا اور یہ نہ دکھلا
سراسر حماقت ہے جو کچھ خدا نے کہا وہی دکھلا سکتا ہوں نہ اور
کچھ ۔ اور انجیل میں خود تراشیدہ نشان مانگنے والوں کو صاف لفظوں
میں حضرت مسیح مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اس زمانہ کے حرام کار لوگ
مجھ سے نشان مانگتے ہیں انکو بجز یونس نبی کے نشان کے اور کوئی
نشان دکھلایا نہیں جائے گا یعنے نشان یہ ہوگا کہ باوجود دشمنوں کی
سخت کوشش کے جو مجھے سولی پر ہلاک کرنا چاہتے ہیں میں یونس
نبی کی طرح قبر کے پیٹ میں جو مچھلی سے مشابہ ہے زندہ ہی داخل
ہوں گا اور زندہ ہی نکلوں گا اور پھر یونس کی طرح نجات پاکر کسی
دوسرے ملک کی طرف جاؤں گا ۔ یہ اشارہ اس واقعہ کی طرف
تہا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے خبر دی ہے جیسا
کہ اُس حدیث سے ثابت ہے کہ جو کنز العمال میں ہے یعنے یہ کہ
عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے نجات پاکر ایک سرد ملک کی طرف
بھاگ گئے تھے یعنے کشمیر جس کے شہر سری نگر میں انکی قبر موجود
ہے ۔ غرض جب حضرت مسیح سے انکے دشمنوں نے نشان مانگا
اور میاں عبد الحق کی طرح بعض خود تراشیدہ نشان پیش کئے کہ ہمیں
یہ دکھلاؤ اور یہ دکھلاؤ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہی جواب
تھا جو ابھی ہم نے تحریر کیا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ میاں
عبد الحق کا ایسے اقتراحی نشان کے مانگنے میں کچھ قصور نہیں ہے
بلکہ حسب آیت تشابہت قلوبہم انکی طبیعت ہی اُن بدبخت کفار
کے مشابہ واقع ہوئی ہے جو خدا تعالےٰ کے نشانوں کو قبول نہیں
کرتے تھے اور اپنی طرف سے اختراع کر کے درخواستیں کرتے تھے
کہ ایسے ایسے نشان دکھاؤ ۔ لیکن اگر افسوس ہے تو صرف یہ ہے

کہ ان لوگوں نے مولوی کہلاکر ہنسی ٹھٹھا اپنا شیوہ بنا لیا ہے۔ جو شخص عبدالحق کے اشتہار کو غور سے پڑھے گا اس کو قبول کرنا پڑیگا کہ انھوں نے اخویم مولوی عبد الکریم صاحب کا شرارت اور بے ادبی سے ذکر کرکے اُنکی ٹانگ کی درستی یا آنکھ کی نظر کی نسبت جو نشان مانگا ہے یہ ایک اوباشانہ طریق پر ٹھٹھا کیا ہے جو کسی پرہیزگار اور نیک بخت کا کام نہیں ہے۔ پلید دل سے پلید باتیں نکلتی ہیں اور پاک دل سے پاک باتیں۔ انسان اپنی باتوں سے ایسا ہی پہچانا جاتا ہے جیساکہ درخت اپنے پھلوں سے۔ جس حالت میں اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں صاف فرمادیا کہ لا تنابزوا بالالقاب یعنے لوگوں کے ایسے نام مت رکھو جو انکو بُرے معلوم ہوں تو پھر برخلاف اس آیت کے کرنا کِن لوگوں کا کام ہے۔ لیکن ابتو نہ ہم عبدالحق پر افسوس کرتے ہیں نہ اس کے دوسرے رفیقوں پر کیونکہ اِن لوگوں کا ظلم اور نا انصافی اور دروغ گوئی اور افترا حد سے گذر گیا ہے اسی اشتہار کو پڑھکر دیکھ لو کہ کس قدر جھوٹ سے کام لیا ہے کیا کسی جگہ بھی خدا تعالےٰ سے حیا کی ہے چنانچہ ہم بطور نمونہ بطرز قولہ و اقول اس ظالم شخص کے جھوٹوں کا ذخیرہ ذیل میں لکھ دیتے ہیں جو اسی اشتہار میں اس نے استعمال کئے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

قولہ۔ مرزا بارہا متفرق مواضع کے مباحثات میں شرمندہ اورلاجواب ہوا اور ہر مجمع میں خائب اور خاسر اور نامراد رہا۔

اقول۔ کیوں میاں عبدالحق کیا یہ تم نے سچ بولا ہے۔ کیا اب بھی ہم لعنۃ اللہ علی الکاذبین نہ کہیں۔ شاباش ! عبد اللہ غزنوی کا خوب تم نے نمونہ ظاہر کیا۔ شاگرد ہوں تو ایسے ہوں۔ بھلا اگر سچے ہی تو اُن مجامع اور مجالس کی ذرہ تشریح تو کرو جن میں میں شرمندہ ہوا اس قدر کیوں جھوٹ بولتے ہو کیا مرنا نہیں ہے ؟ بھلا ان مباحثات کی عبارات تو لکھو جنہیں تم یا تمہارا کوئی اور بھائی

غالب رہا ورنہ نہ میں بلکہ آسمان بھی یہی کہہ رہا ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین - میری طرف سے اتمام حجت اس سے زیادہ کیا ہو سکتا تھا کہ میں نے قرآن سے ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں - حدیث سے ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے اور انکی عمر ایکسو پچیس برس کی تھی - معراج کی حدیث نے ثابت کر دیا کہ وہ مردوں میں جا ملے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے دوسرے آسمان پر حضرت یحیی کے پاس انھیں دیکھا - کیا اب بھی ان کے مرنے میں کسر باقی رہ گئی تمام صحابہ کا انکی موت پر اجماع ہو گیا اور اگر اجماع نہیں ہوا تھا تو ذرہ بیان تو کرو کہ جب حضرت عمر کے غلط خیال پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم فوت نہیں ہوئے اور پھر دوبارہ دنیا میں آئیں گے حضرت ابوبکر نے یہ آیت پیش کی کہ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل تو حضرت ابوبکر نے کیا سمجھکر یہ آیت پیش کی تھی اور کونسا استدلال مطلوب تھا جو مناسب محل بھی تھا اور صحابہ نے اس کے معنے کیا سمجھے تھے اور کیوں مخالفت نہیں کی تھی اور کیوں اس جگہ لکھا ہے کہ جب یہ آیت صحابہ نے سنی تو اپنے خیالات سے رجوع کر لیا - اسی طرح میں نے حدیثوں سے ثابت کر دیا ہے کہ آنے والا مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا اور اس کے ظہور کا یہی زمانہ ہے جیسا کہ حدیث یکسر الصلیب سے سمجھا جاتا ہے - پھر آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ میری ہی دعوت کے وقت میں آسمان پر رمضان میں خسوف کسوف عین حدیث کے موافق وقوع میں آیا اور میرے ہاتھ پر ستّر کے قریب نشان ظاہر ہوا جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں جن کی تفصیل کتاب تریاق القلوب میں درج ہر کوئی طریق باقی نہیں رہا جس سے میں نے اتمام حجت نہیں کیا - نقلی طور پر میں نے اتمام حجت کیا - عقلی طور پر

ہیں نے اتمام حجت کیا - آسمانی نشانوں کے ساتھ میں نے اتمام حجت کیا
اب اگر کچھ حیا ہے تو خود سوچ لو کہ کون شرمندہ اور خائب اور خاسر
اور نامراد رہا اور میں نے صرف اسی پر بس نہیں کی - بارہا اشتہار دیئے
کہ اگر آپ لوگوں میں کچھ سچائی ہے تو میرے مقابلہ پر آؤ قرآن سے
دکھلاؤ یا حدیث سے دکھلاؤ کہاں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر زندہ مع جسم عنصری
آسمان پر سے اتریں گے - میں تو اب بھی ماننے کو طیار ہوں اگر
آیت فلمّا توفّیتنی کے معنے بجز مارنے اور ہلاک کرنے کے کسی حدیث
سے کچھ اور ثابت کر سکو یا کسی آیت یا حدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کا مع جسم عنصری آسمان پر چڑھنا یا مع جسم عنصری آسمان سے
اترنا ثابت کر سکو - یا اگر اخبار غیبیہ ہیں جو خدا تعالےٰ سے مجھ پر
ظاہر ہوتی ہیں میرا مقابلہ کر سکو یا استجابت دعا میں میرا مقابلہ کر سکو
یا تحریر زبان عربی میں میرا مقابلہ کر سکو یا اور آسمانی نشانوں میں جو
مجھے عطا ہوئے ہیں میرا مقابلہ کر سکو تو میں جھوٹا ہوں - آپ لوگ تو
ان سوالات کے وقت مردہ کی طرح ہو گئے یہی وجہ تو ہے کہ آپ
لوگوں کو چھوڑ کر ہزارہا نیک مرد اور عالم فاضل اس جماعت میں داخل
ہوتے جاتے ہیں - اے عزیز! یہ اوباشانہ فضولیاں کچھ کام نہیں دے
سکتیں - کیا حق کے طالب ایسی بیہودہ باتوں سے رک سکتے ہیں؟ یہ
غزنی نہیں ہے یہ پنجاب ہے جس میں بفضلہ تعالےٰ دن بدن لوگ
زیرک اور اہل فراست ہوتے جاتے ہیں - اور میں نے دیکھا ہے کہ
انہی اوباشانہ جھوٹوں کی وجہ سے عقلمند لوگ آپ لوگوں سے بداعتقاد
ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ اب اگرچہ خاص لوگ اہل علم و اہل
جاہ و ثروت دس ہزار کے قریب ہماری جماعت میں موجود ہیں مگر
عام تعداد تیس ہزار سے بھی زیادہ ہے اس کا کیا سبب ہے یہی تو
ہے کہ آپ لوگ صرف ٹھٹھے ہنسی اور گالیوں سے کام نکالتے ہیں

کوئی راست روی کا پہلو اختیار نہیں کرتے ۔ سیدھی بات تھی کہ آپ لوگ ملہم کہلاتے ہیں استجابت دعا کا بھی دعویٰ ہے چند پیشگوئیاں جو استجابت دعا پر بھی مشتمل ہوں بذریعہ اشتہار شایع کردیں اور اس طرف سے میں بھی شایع کردوں ایک برس سے زیادہ میعاد نہ ہو پھر اگر آپ لوگوں کی پیشگوئیاں سچی نکلیں تو ایکدم میں ہزارہا لوگ میری جماعت کے آپ کے ساتھ شامل ہوجائیں گے اور جھوٹے کا مونھ کالا ہو جائے گا ۔ کیا آپ اس درخواست کو قبول کرلیں گے ؟ ممکن نہیں پس یہی وجہ ہے کہ حق کے طالب آپ لوگوں سے بیزار ہوتے جاتے ہیں ۔ صرف گالیوں اور بے ثبوت افتراؤں سے کون مان لے گا ۔ اب بھی میں نے آپ لوگوں پر رحم کرکے ایک اشتہار شایع کیا ہے اور ایک اشتہار میری جماعت کی طرف سے شایع ہوا ہے مگر کیا ممکن ہے کہ آپ لوگ اس تصفیہ کے لئے کسی مجمع میں حاضر ہوسکینگے آپ لوگوں کی نیت بخیر نہیں ۔ مونھ سے گالیاں دینا تحقیر کرنا کافر اور دجال کہنا لعنت بھیجنا جھوٹ بولنا اور جھوٹی فتح کا اظہار کرنا کیا اس سے کوئی فتح حاصل ہوسکتی ہے بلکہ ہمیشہ نبی اور راستباز شریر لوگوں سے ایسے ہی الفاظ سنتے رہے ہیں ۔ اگر خدا پر بھروسہ ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے تو اس کی طرف سے کوئی پیشگوئی شایع کرو اور بالمقابل ہم سے دیکھ لو ورنہ مردہ کی طرح پڑے رہو اور انتظار وقت کرو ۔ اگر صرف گالیاں دینا ہے تو میں آپ کا مونھ بند نہیں کرسکتا ۔ نہ حضرت موسیٰ ایسی بیہودہ گوئیوں کا مونہہ بند کرسکے نہ حضرت عیسیٰ بند کرسکے اور نہ ہمارے سید و مولے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و سلم بند کرسکے ۔ لیکن آپ لوگوں میں اگر کوئی رشید ہو تو اس کو سوچنا چاہیئے کہ میری دعوت کے قبول کرنے کے لئے کس قدر مسلمانوں میں پر جوش حرکت ہو رہی ہے پشاور سے چلکر راولپنڈی جہلم گجرات سیالکوٹ گوجرانوالہ وزیرآباد

امرتسر لاہور جالندھر لدھیانہ انبالہ پٹیالہ دہلی الہ آباد بمبئی کلکتہ مدراس حیدرآباد دکن غرض کہاں تک بیان کریں پنجاب اور ہندوستان کے تمام شہروں اور دیہات کو دیکھو شاذ نادر ایسا کوئی شہر ہوگا کہ جو اس جماعت کے کسی فرد سے خالی ہوگا - اب اگر مسلمانوں کی سچی ہمدردی ہے تو صرف یہ اوباشانہ باتیں کافی نہیں ہیں کہ مرزا بارہا لاجواب ہو چکا ہے اور خائب اور خاسر اور نامراد رہا ہے - اب ایسے جھوٹ سے تو واقف کار لوگوں کو مردار سے زیادہ بدبو آتی ہے اور کوئی شریف اسکو پسند نہیں کریگا - یوں تو ہندو اور چوہڑے اور چمار اور ادنی سے ادنیٰ لوگ بارہا کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے مسلمانوں سے مذہب میں گفتگو کرکے لاجواب کردیا اور وہ ہمارے ہر مجمع میں لاجواب اور خائب اور خاسر اور نامراد رہے - مگر شریف انسان کو ایسی ناپاک جھوٹ سے نفرت چاہیے - اے عزیز اگر ایمان اور مسلمانوں کی ہمدردی کا حصہ ایک ذرہ بھی دل میں موجود ہے تو ان فضول گوئیوں کا اب یہ وقت نہیں ہے - اب واقعی طور پر کوئی مقابلہ کرکے دکھلانا چاہیے - تا سیہ روے شود ہرکہ دروغش باشد -

قولہ - مباہلہ میں کماحقہ علی رؤس الاشہاد رسوا اور ذلیل ہوکر قابل خطاب اور لائق جواب علماء عظام و صوفیہ کرام نہیں رہا -

اقول - افسوس کہ مباہلہ کا ذکر کرکے اور اس قدر قابل نفرت جھوٹ بولکر اور بھی تم نے اپنی رسوائی اور پردہ دری کرائی - میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگوں کا حیا کہاں گیا اور تقویٰ اور راست گوئی سے اس قدر کیوں دشمنی ہوگئی - سوچکر دیکھ لو کہ جس قدر تم پر اور تمہاری جماعت پر ادبار ہے وہ مباہلہ کے دن کے بعد ہی شروع ہوا ہے یہ تو میری سچائی کا ایک بڑا نشان تھا جس سے آپ نے اپنی بدبختی سے ذرہ فائدہ نہیں اٹھایا - نہ معلوم آپ لوگ کس غار کے اندر چھپے ہوکر زمانہ کے حالات کی کچھ بھی خبر نہیں - ہزارہا لوگ بدولت اسی بیعت

اور بے شمار روحیں محسوس کر گئی ہیں کہ ہمارے اقبال اور ترقی اور
تمہارے ادبار اور تنزل کا دن مباہلہ کا دن ہی تھا۔ ایک ادنیٰ
مثال دیکھ لو کہ مباہلہ کے دن بلکہ اسی وقت علی رؤس الاشہاد جبکہ
مباہلہ ختم ہی ہوا تھا اور ابھی تم اور ہم دونوں اُسی میدان میں
موجود تھے اور تمام مجمع موجود تھا خدا تعالیٰ نے میری عزت اُس
مجمع پر ظاہر کرنے کے لئے ایک فوری ذلت اور فوری رسوائی تمہارے
نصیب کی یعنے فی الفور ایک گواہ تمہاری جماعت میں سے کھڑا کر دیا
وہ کون تھا منشی محمد یعقوب جو حافظ محمد یوسف کا بھائی ہے اس نے
قسم کھائی اور … و کر مجھے مخاطب کر کے بیان کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم سچے
ہو کیونکہ میں نے مولوی عبد اللہ غزنوی سے سنا ہے کہ ایک خواب
کی تعبیر کے موقع پر انھوں نے آپ کی تصدیق کی اور کہا کہ ایک نور
آسمان سے اترا ہے اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ اب دیکھو
کہ تم ابھی مباہلہ کے مکان سے علیحدہ نہیں ہوئے تھے کہ خدا نے تمہیں
ذلیل کر دیا اور جس شخص کی استادی کا تم فخر کرتے ہو اسی نے
گواہی دیدی کہ تم جھوٹے اور غلام احمد قادیانی سچا ہے۔ اب اس
سے زیادہ مباہلہ کا فوری اثر کیا ہوگا کہ میرے لئے خدا کا اکرام
و اعزاز اُسی وقت ظاہر ہو گیا اور اُسی وقت میری سچائی کی گواہی
مل گئی اور گواہی بھی تمہارے اُس استاد کی یعنے عبد اللہ غزنوی کی کہ
اگر اُس کی بات نہ مانو تو عاق کہلاؤ کیونکہ تمہارا سارا شرف اُسی
کے طفیل ہے اگر اُس کو تم نے جھوٹا سمجھا تو پھر تم ناخلف شاگرد
ہو۔ غرض یہ خدا کا ایک نشان تھا کہ مباہلہ ہوتے ہی اُسی میدان
میں اسی گھڑی اسی ساعت خدا نے تمہیں تمہارے ہی استاد کی گواہی سے
تمہاری ہی جماعت کے آدمی کے ذریعہ سے ذلیل اور رسوا کر دیا اور
نامرادی ظاہر کر دی۔ پھر مباہلہ کے بعد ایک اور نشان میری عزت
کا پیدا ہوا جس کے لاکھوں انسان گواہ ہیں اور وہ یہ کہ ہمارے سلسلہ کے

لئے مجھے وہ فتوحات مالی ہوئیں کہ اگر میں چاہتا تو اُن سے ایک غزنی
کا بڑا حصہ خرید سکتا۔ چنانچہ اسپر سرکاری ڈاکخانجات کے وہ رجسٹر
گواہ ہیں جن میں منی آرڈر درج ہوا کرتے ہیں۔ مگر کیا تمھیں اس
کے بعد کوئی ۲ر کا منی آرڈر بھی آیا اگر آیا تو اس کا ثبوت دو۔ اب
سوال یہ ہے کہ یہ ہزارہا روپیہ جو مباہلہ کے بعد مجھے بھیجا گیا جو
تیس ہزار ۳۰۰۰۰ روپیہ سے کم نہ تھا کیا اس بات پر دلیل نہیں ہے جو مسلمان
لوگوں نے مجھے عزت اور بزرگی کی نظر سے دیکھا اور مجھے عزیز رکھکر
میرے پر اپنے مال فدا کئے۔ یہ ایک عظیم الشان نشان ہے جس سے
انکار کرنا آفتاب پر تھوکنا ہے۔ پھر مباہلہ کی تاثیر کا نشان یہ ہے
کہ یہ تیس ہزار آدمی کی جماعت جو اب میرے ساتھ ہے یہ مباہلہ کے
بعد ہی مجھکو ملی۔ آتھم کا وفات پاکر ہمیشہ کے لئے اسلامی مخالفت
کو ختم کرکے دنیا سے رخصت ہو جانا مباہلہ کے بعد ہی پیشگوئی کے
موافق ظہور میں آیا۔ پیشگوئی کا یہ منشاء تھا کہ جو ہم دونوں میں سے
جھوٹا مذہب رکھتا ہے وہ پہلے مرے گا سو آتھم نے مجھ سے پہلے
وفات پاکر میری سچائی پر مہر لگادی۔ پھر بعد اس کے لیکھرام کے
قتل کا وہ نشان ظاہر ہوا جسپر تخمیناً تین ہزار مسلمان اور ہندوں نے
ایک محضر نامہ پر جو ہماری طرف سے طیار ہوا تھا یہ گواہی اپنی قلم
سے ثبت کردی کہ یہ پیشگوئی نہایت صفائی سے ظہور میں آئی۔ اسی
محضر نامہ پر سید فتح علی شاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر نہر کے دستخط ہیں
جو مخالف جماعت میں سے ہوکر تصدیق کرتا ہے۔ یہ یقینی امر ہے
کہ تیس ہزار کے قریب لوگ اس پیشگوئی کو دیکھکر ایمان لائے۔ ورنہ ہماری
جماعت مباہلہ سے پہلے تین سو سے زیادہ نہ تھی۔ پھر بعد اس کے
خدا تعالے کے نشانوں کی اس قدر بارش ہوئی کہ سو سے زیادہ
نشان ظہور میں آیا جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں۔ بڑے بڑے
امراء اور تاجر اس جماعت میں داخل ہوئے اور ایک دنیا ارادت اور

اعتقاد کے ساتھ میری طرف دوڑی اور ایک عظیم الشان قبولیت زمین پر پھیل گئی - کیا اس میں تمہاری ذلت نہ تھی - انسان دور بیٹھا ہوا اندھے کے حکم میں ہوتا ہے اگر ایک دو ہفتہ قادیاں میں آکر دیکھو کہ کیونکر ہزارہا کوس سے ہر طرف سے لوگ آرہے ہیں اور کیونکر ہزارہا روپیہ میرے قدموں پر ڈال رہے ہیں اور کیونکر ہر ایک ملک سے قیمتی تحفے اور سوغاتیں اور پھل چلے آتے ہیں اور کیونکر صدہا لوگوں کے لئے ایک وسیع لنگرخانہ طیار ہے اور کیونکر ہماری جامع مسجد میں صدہا آدمی جو بیعت میں داخل ہیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور کیونکر بے شمار زیارت کرنے والے قدموں پر گرے جاتے ہیں تو غالبا یہ نظارہ آپ کے لئے بباعث شدت غم ناگہانی موت کا موجب ہوگا۔ اب ذرہ انصاف سے سوچو کہ مباہلہ کے بعد کون رسوا اور ذلیل ہوا اور کس نے عزت پائی - اگر تمہیں خبر ہوتی کہ مباہلہ کے پہلے میری جماعت کیا تھی اور قبولیت کس قدر تھی اور پھر مباہلہ کے بعد کس قدر قبولیت زمین پر پھیل گئی اور کس قدر فوج در فوج لوگ اس مبارک سلسلہ میں داخل ہوئے تو یقین تھا کہ تم شدت غم سے مدقوق یا مسلول ہوکر مدت سے مر بھی جاتے میں خدا تعالے کی قسم کھاکر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی کا کام ہے اور اس قسم کو سچ نہ سمجھنا بھی لعنتی کا کام کہ میری عزت اور قبولیت مباہلہ سے پہلے ایک قطرہ کے موافق تھی اور اب مباہلہ کے بعد ایک دریا کی مانند ہے -

غرض ہر ایک پہلو سے خدا نے میری مدد کی یہاں تک کہ میں نے خدا تعالےٰ سے الہام پاکر ایک پیشگوئی اپنی کتابوں میں شایع کی تھی کہ عبد الحق غزنوی نہیں مرے گا جب تک میرا چوتھا بیٹا پیدا نہ ہو - سو الحمد للہ کہ وہ بھی تمہاری زندگی میں ہی پیدا ہوگیا جس کا نام مبارک احمد ہے اور اسی طرح سو کے قریب اور نشان ظاہر ہوا اور عزت پر عزت حاصل ہوتی گئی یہانتک کہ دشمنوں نے میری عزت

کو اپنے لئے ایک عذاب دیکھکر درد حسد سے مقدمات بھی بنائے لیکن ہر میدان میں مخذول اور مردود رہے - اب بتلاؤ کہ تمہیں مباہلہ کے بعد کونسی عزت اور قبولیت ملی اور کس قدر جماعت نے تمہاری بیعت کی اور کس قدر فتوحات مالی نصیب ہوئیں اور کس قدر اولاد ہوئی بلکہ تمہارا مباہلہ تو تمہاری جماعت کے مولوی عبد الواحد کو بھی لے ڈوبا اور اس کی بھی بیوی کے فوت ہونے سے خانہ بربادی ہوئی مجھے خدا نے وعدہ دیا تھا کہ مباہلہ کے بعد دو اور لڑکے تمہارے گھر پیدا ہوں گے سو دو اور پیدا ہو گئے اور وہ دونوں پیشگوئیاں جو صدہا انسانوں کو سنائی گئی تھیں پوری ہو گئیں - اب بتلاؤ کہ تمہاری پیشگوئیاں کہاں گئیں - ذرہ جواب دو کہ اس فضول گوئی کے بعد کس قدر لڑکے پیدا ہوئے - ذرہ انصاف سے کہو کہ جبکہ تم مونہہ سے دعوے کر کے اور اشتہار کے ذریعہ سے لڑکے کی شہرت دیکر پھر صاف نامراد اور خائب و خاسر رہے - کیا یہ ذلت تھی یا عزت تھی ؟ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مباہلہ کے بعد جو کچھ قبولیت مجھکو عطا ہوئی وہ سب تمہاری ذلت کا موجب تھی -

قولہ - کیا آتھم اور داماد مرزا احمد بیگ اور آپ کے فرزند موعود کا کوئی نتیجہ ظہور میں آیا -

اقول - ہزارہا دانشمند انسان اس بات کو مان گئے ہیں کہ آتھم پیشگوئی کے مطابق مرگیا اور اگر زندہ ہے تو پیش کرو اور اگر یہ کہو کہ میعاد کے اندر فوت نہیں ہوا تو یہ تمہارا حمق ہے کہ ایسا خیال کرو کیونکہ پیشگوئی شرطی تھی اور شرط کے تحقق نے میعاد کی رعایت کو باطل کر دیا تھا اور نیز میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یونس نبی کو سچا نبی مانتے ہو یا نہیں اس کی پیشگوئی کیوں خطا گئی اس میں تو کوئی شرط بھی نہ تھی پھر اگر حیا اور ایمان ہے تو شرطی پیشگوئیوں پر کیوں اعتراض کرتے ہو - دیکھو یونہ نبی کی کتاب اور دُرّ منثور کہ کیسے یونہ نبی کو پیشگوئی

کے خطا جانے سے تکالیف اٹھانی پڑیں ۔ اب یونس کو مجھ سے زیادہ بیرا کہو کہ اس کی قطعی پیشگوئی جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہ تھی خطا گئی ۔ اے نادانو! اسلام پر کیوں تبر چلاتے ہو حق یہی ہے کہ وعید کی پیشگوئی میں خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہوتا ہے کہ توبہ اور استغفار اور رجوع سے اس میں تاخیر ڈالدے گو اس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہ ہو ۔ اگر ایسا نہ ہو تو تمام صدقات اور خیرات اور دعوات باطل ہو جائیں گی اور یہ اصول جو تمام نبیوں کا مانا ہوا ہے کہ یرد القضاء بالصدقات والدعاء صحیح نہیں رہے گا ۔ ماسوا اس کے ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ میرا اور ڈپٹی آتھم کا مقابلہ کسی میرے دعوے کے متعلق نہ تھا اس تمام بحث کا خلاصہ مطلب یہی تھا کہ آتھم یہ کہتا تھا کہ عیسائی دین سچا ہے اور نعوذ باللہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مفتری ہیں اور قرآن خدا کا کلام نہیں بلکہ انسان کا افترا ہے ۔ اور میں کہتا تھا کہ عیسائی مذہب اپنی اصلیت پر قائم نہیں اور تثلیث و کفّارہ وغیرہ سب باطل ہیں ۔ پس جب پندرہ دن بحث کے ختم ہوگئے تو آخری دن میں جیسا کہ خدا تعالےٰ نے مجھے الہام کیا میں نے اسی مجلس بحث میں جس میں ستّر سے زیادہ مسلمان اور عیسائی موجود ہوں گے آتھم کو مخاطب کرکے کہا کہ تم نے اپنی کتاب میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دجّال رکھا ہے اور اسلام کو جھوٹا مذہب ٹھہرایا ہے اور دیکھو اسوقت تم نے عیسائی مذہب کے حامی ہوکر بحث کی ہے اور میں نے اسلام کو حق سمجھکر اس کی حمایت میں بحث کی ہے ۔ اب میں خدا سے الہام پاکر کہتا ہوں کہ ہم دونوں میں سے جو شخص جھوٹے مذہب کا حامی ہے وہ سچے کے زندہ ہونے کی حالت میں ہی ہاویہ میں گرایا جاوے گا یعنے مرے گا ۔ مگر جو سچے مذہب کا حامی ہے وہ سلامت رہے گا ۔ اور جھوٹے کی موت پندرہ مہینہ کے اندر اس حالت میں ہوگی جبکہ وہ حق کی طرف کچھ

بھی رجوع نہ کرے گا۔ جب میں یہ پیشگوئی بیان کر چکا جس کا یہ خلاصہ ہے تو اسی وقت آتھم نے زبان نکالی اور توبہ کرنے والوں کی طرح دونوں ہاتھ اٹھائے اور دجّال کہنے سے اپنی پشیمانی ظاہر کی پس بلاشبہ ایک عیسائی کی طرف سے یہ ایک رجوع ہے جس کے ؁۶۰ سے زیادہ مسلمان اور عیسائی گواہ ہیں اور بعد اسکے برابر پندرہ مہینے تک عبداللہ آتھم کا گوشۂ تنہائی میں بیٹھنا اور امرتسر کے عیسائیوں کا ترک صحبت کرنا اور قانوناً نالش کرنیکا حق رکھکر پھر بھی نالش نکرنا اور اقرار کرنا کہ میں ان لوگوں کی طرح حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا نہیں مانتا اور باوجود چارہزار روپیہ انعام پیش کرنے کے قسم کھانے سے انکار کرنا اور میعاد پیشگوئی میں ایک حرف بھی رد اسلام میں نہ لکھنا اور ڈرتے رہنا اور برخلاف اپنی قدیم عادت کے ترک مباحثہ مسلمانوں سے کرنا یہ تمام ایسی باتیں ہیں کہ اگر انسان مفسد اور سیہ دل نہ ہو تو ضرور ان سے نتیجہ نکالے گا کہ بلاشبہ عبداللہ آتھم پیشگوئی کے سننے کے بعد ڈرا اور اسلامی عظمت کو دل میں بٹھایا۔ لہذا ضرور تھا کہ بقدر اپنے رجوع کے الہامی شرط سے فائدہ اٹھاتا۔ پھر ان سب باتوں سے قطع نظر کرکے وہ شخص کیسا مسلمان ہے کہ جو اس قسم کے مذہبی مباحثہ میں جس کا نعوذ باللہ میرے مغلوب ہونے کی حالت میں اثر بد اسلام پر پڑتا ہے پھر بھی کہے جاتا ہے کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ اے نادان اگر پیشگوئی جھوٹی نکلی تو پھر تجھے عیسائی ہو جانا چاہیئے کیونکہ اس صورت میں عیسائی مذہب کا سچا ہونا ثابت ہوا۔ تم لوگوں کے لئے کیسے فخر کی بات تھی کہ دو شخص دو قوموں میں سے اسلام کے مقابل پر اٹھے یعنے آتھم اور لیکھرام۔ اور انکو ایک آسمانی فیصلہ کے طور پر سنایا گیا کہ جو شخص جھوٹے مذہب پر ہوگا وہ اس فریق سے پہلے مر جائے گا کہ جو سچے مذہب پر قائم ہے چنانچہ میری زندگی میں ہی آتھم اور لیکھرام دونوں مر گئے اور میں خدا تعالےٰ کے فضل سے اب تک زندہ ہوں اور اگر اسلام سچا نہ ہوتا تو ممکن تھا بلکہ ضروری تھا

کہ میں پہلے ان سے مر جاتا۔ پس خدا سے ڈرو اور اُس فتح کو جو خدا کے کمال فضل سے اسلام کو نصیب ہوئی میرے حسد کیلئے شکست کے پیرایہ میں بیان مت کرو۔ دیکھو اس وقت آتھم کہاں ہے اور لیکھرام کس ملک میں ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ کئی برس ہوئے کہ آتھم فوت ہو گیا اور فیروز پور میں اس کی قبر ہے۔ پس جبکہ پیشگوئی کی اصل غرض جو میری زندگی میں ہی آتھم کا فوت ہو جانا تھا پوری ہو چکی تو کیوں بار بار میعاد کا ذکر کر کے روتے ہو اور کہتے ہو کہ فوت تو ہوا مگر میعاد کے اندر فوت نہیں ہوا یہ کیسا بیہودہ عذر ہے۔ اے نادانوں اور خدا کی شریعت کے اسرار سے غافلو! جبکہ وعید کی پیشگوئی میں خدا کو یہ بھی اختیار ہے کہ توبہ اور رجوع کرنے سے سرے سے عذاب کو ہی ٹالدیتا ہے تو کیا میعاد کی کمی و بیشی اس پر کوئی اعتراض پیدا کر سکتی ہے سبحان اللہ عمّا یصفون۔ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ اپنی رحمت اور رحیمانہ رعایت کو مخفی رکھنا نہیں چاہتا پس جبکہ آتھم نے پیشگوئی کو سنکر اسی وقت سر جھکا دیا اور زبان نکالکر اور دونوں ہاتھ اٹھاکر توبہ اور ندامت کے آثار ظاہر کئے جس کے گواہ ڈاکٹر مارٹن کلارک بھی ہیں اور بہت سے معزز مسلمان اور عیسائی جن میں سے میرے خیال میں خان محمد یوسف خاں صاحب رئیس امرتسر بھی ہیں جو اسوقت موجود تھے تو کیا اس رجوع نے کوئی حصہ شرط کا پورا نہ کیا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اعتراض اس صورت میں ہوتا تھا جبکہ باوجود اس قدر انکسار اور خوف اور تذلل آتھم کے جو اس نے ظاہر کیا اور باوجود اس کے کہ وہ مارے غم کے دیوانہ وار ہو گیا اور آئیندہ مقابلہ اور مباحثہ سے زبان بند کر لی پھر بھی خدا تعالےٰ اپنے شرط کا کچھ بھی اس کو فائدہ نہ پہونچاتا اور سخت گیری سے میعاد کے اندر ہی اس کی زندگی کو ختم کر دیتا۔ کیا اس سے خدا کی پاک صفات کی معرفت حاصل نہیں ہوتی کہ اس نے

آتھم کی تضرع اور خوف کا بھی اُسے فائدہ پہونچا دیا اور پھر پیشگوئی کی منشاء کے موافق اس کے رشتہ حیات کو بھی توڑ دیا تا ثابت ہو کہ جسقدر آتھم نے انکسار اور خوف ظاہر کیا بظاہر اس کی پاداش یہ تھی کہ کم سے کم دس سال اس کو اور زندگی دی جاتی تا بموجب آیت من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ وہ اپنے دلی خوف کی پوری پاداش کو پا لیتا لیکن خدا تعالےٰ نے اس لئے اس کو جلد ہلاک کر دیا کہ تا پادری لوگ نادان لوگوں کو دھوکہ نہ دیں اور اپنے مذہب کی حقانیت پر اس کی زندگی کو دلیل نہ ٹھہرائیں۔ میں تو اُسی وقت ڈر گیا تھا جبکہ عام مجمع میں آتھم نے اپنی زبان مونہہ سے باہر نکالی اور رونے والی صورت بنا کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور ظاہر کیا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتا ہوں۔ اور اسی وقت مجھے خیال آیا تھا کہ اب یہ شخص اپنی اس ندامت کے اقرار سے خدائے رحیم کے آستانہ پر گرا ہے دیکھیے اس کا نتیجہ کیا ہو گا کیونکہ میں جانتا تھا کہ خدا رحیم ہے اور اس کی اسی صفت کی وجہ سے یونس نبی پر ابتلا آیا اور جن کے لئے اُس نے چالیس دن تک ایک مہلک عذاب کا وعدہ کیا تھا ان کے دامن کا ایک ذرہ گوشہ بھی چاک نہ ہوا۔ اور یاد رہے کہ حق کے طالبوں کو اس پیشگوئی اور لیکھرام والی پیشگوئی سے ایک علمی فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ کہ آتھم کی پیشگوئی بباعث اس کے ڈرنے اور خوف کھانے کے جمالی رنگ پر ظاہر ہوئی اور لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی تھی وہ بباعث اس کی شوخی اور بیباکی اور بد زبانی کی جو پیشگوئی کے بعد اور بھی زیادہ ہو گئی تھی جلالی رنگ میں ظاہر ہوئی اور اس کی زبان کی چھری آخر اسی پر چل گئی۔

یہ تو آتھم کی نسبت ہم نے بیان کیا اور احمد بیگ کے داماد کی نسبت ہم بار بار بیان کر چکے ہیں کہ اس پیشگوئی کی دو ٹانگیں تھیں ایک احمد بیگ کی موت کے متعلق اور ایک اس کے داماد کے

متعلق - سو تم سن چکے ہو کہ احمد بیگ مدت ہوئی کہ پیشگوئی کی منشا کے موافق فوت ہو چکا ہے اور اس کی قبر ہوشیار پور میں موجود ہے - رہا اس کا داماد سو پیشگوئی کی شرط کی وجہ سے اس کی موت میں تاخیر ڈالدی گئی اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ پیشگوئی شرطی تھی - پھر جب احمد بیگ شرط سے لاپروا رہکر مرگیا تو اس کی موت نے اس کے داماد اور دوسرے اقارب کو یہ موقع دیا کہ وہ ڈریں اور شرط سے فائدہ اٹھائیں سو ایسا ہی ہوا اور احمد بیگ اور اس کے داماد کے متعلق جو شرطی الہام تہا اس کی یہ عبارت تھی ایتھا المراۃ توبی توبی فان البلاء علی عقبك - چنانچہ مجھے یاد ہے کہ یہ الہام قبل از وقت بمقام ہوشیارپور شیخ مہر علی کے مکان پر بحاضری حافظ محمد یوسف یا منشی محمد یعقوب و نیز بحاضری منشی الہی بخش صاحب آپ کی جماعت میں سے ایک شخص کو جس کا نام عبد الرحیم تھا یا عبد الواحد تھا سنایا گیا تھا اور بعد میں یہ الہام چھپ بھی گیا تھا - غرض یہ پیشگوئی شرطی تھی جیسا کہ آتھم کی پیشگوئی شرطی تھی اور اگر وہ شرطی بھی نہ ہوتی تاہم بوجہ وعید ہونے کے یونس نبی کی پیشگوئی سے مشابہ ہوتی - اور خدا کی باتوں کا صبر سے انجام دیکھنا چاہیے نہ شرارت سے اعتراض -

اور فرزند موعود کی نسبت جو اعتراض تہا اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو بس یہی کہ ہمارے مخالفوں کی کچھ ایسی عقل ماری گئی ہے کہ اعتراض کرنے کے وقت اتنا بھی یاد نہیں رہتا کہ اعتراض کا کوئی موقع بھی ہے یا نہیں - اے نادان خدا تعالےٰ نے جیسا کہ وعدہ فرمایا تھا مجھے چار لڑکے عطا فرمائے اور ہرایک لڑکے کی پیدایش سے پہلے مجھے اپنی خاص وحی کے ذریعہ سے اس کے پیدا ہونے کی بشارت دی اور وہ ہر چہار بشارتیں ہر چہار اشتہار کے ذریعہ سے قبل از وقت دنیا میں شایع کی گئیں جن کے لاکھوں انسان ان ملکوں میں گواہ ہیں - پھر میں سمجھ نہیں سکتا کہ اعتراض

کیا ہوا اعتراض تو تمھاری حالت پر واقع ہوتا ہے کہ موںھ سے نکالا کہ
خدا کے فضل سے میرے لڑکا ہوگا اور اس پیشگوئی کو اشتہار میں شایع
کیا اور پھر وہ لڑکا اندر ہی اندر تحلیل پا گیا باہر آنا اس کو نصیب نہ ہوا
کاش وہ مردہ ہی پیدا ہوتا تا تمہارے ہاتھ میں کچھ تو بات رہ جاتی یہ
بھی مباہلہ کا یہ اثر تم پر پڑا کہ اولاد سے نامراد رہے - غرض میرے
گھر میں تو اولاد کی بشارت کے بعد چار لڑکے ہوئے اور ہرایک لڑکے
کی پیدایش سے پہلے خدا نے خبر دی جس کو میں نے ہزارہا لوگوں میں
شایع کیا مگر تم بتلاؤ کہ تمہارے گھر میں کیا پیدا ہوا - تم تو اب تک
اس اعتراض کے نیچے ہو - کاش ایک صادق سے مباہلہ نہ کرتے تو
شاید اب تک لڑکا ہو جاتا - سو آئینہ لیکر اپنا عیب دیکھو - میرے پر
نکتہ چینی کا کوئی محل نہیں - ہاں اگر میں نے کوئی ایسا الہام شایع
کیا ہے جس کے یہ معنے ہوں کہ اسی الہام کے قریب حمل سے اور
اسی سال میں لڑکا پیدا ہوگا تو وہ میرا الہام شایع کردو مگر خبردار
کوئی اس قسم کا اعتراض پیش نہ کرنا جو اس سے پہلے بعض منافقوں
نے حُدَیبیّہ کے قصے پر پیش کیا تھا جس سے عمر فاروق کو خدا نے
بچایا اور منافق ہلاک ہوئے- اے عزیز کیوں میرے کینہ کے لئے شریعت محمدیّہ
سے دست بردار ہوتے ہو - اس جگہ تو کوئی ہاتھ ڈالنے کی تمھیں
جگہ نہیں اور باوصف اس کے یہ متفق علیہ عقیدہ ہے کہ کبھی نبی
اپنی پیشگوئی کے محل اور موقع کے سمجھنے میں غلطی بھی کرسکتا ہے چنانچہ علماء اسپر
دلیل حدیث ذھب وھلی کو پیش کرتے ہیں جو بخاری میں موجود ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں
کہ کسی تاویل کی غلطی سے پیشگوئی غلط نہیں ٹھہر سکتی اور نہ غیر الہامی ٹھہر سکتی ہے
پس جب نبیوں کی پیشگوئی میں یہانتک وسعت ہے کہ نبی کے غلط
معنے پیشگوئی کو کچھ حرج نہیں پہونچاتے تو پھر اعتراض اسی صورت
میں ہوگا جبکہ الہام کا اسی کے الفاظ سے غلط ہونا ثابت ہو جائے-
قولہ - مرزا یقیناً جانتا ہے کہ اس فضول کام کے لئے نہ کسی نے آنا

ہے اور نہ یہ کام ہونا ہے مفت کی بیری شیخی مشہور ہو جائے گی۔

اقول۔ اے ناسمجھ خدا سے ڈر کیا دین کے کام کو فضول کام کہتا ہے۔ کیا خدا کے نبی فضول کام میں ہی مشغول رہے۔ اے عزیزا! کیا یہ کام فضول ہے جس سے ہزارہا جانیں جھوٹ اور ضلالت سے نجات پاتی ہیں اور اندرونی تفرقہ اس امت کا جس نے مسلمانوں کو کمزور کردیا ہے دور ہوتا ہے۔ اگر یہ کام فضول ہے تو کیا دوسرے کام شریعت کے لئے ضروری تھے جو آپ لوگ کر رہے ہیں۔ مثلاً نذیر حسین دہلوی باوجود پیرانہ سالی کے شیخ محمد حسین بٹالوی کے لڑکے کی شادی پر بٹالہ آیا اور سیالکوٹ کے ضلع تک گیا۔ بجز کھانے پینے کے اور کیا غرض تھی۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت اسی وجہ سے انحطاط میں ہے کہ حال کے مولوی ضروری کاموں کا نام فضول کام رکھتے ہیں اور اپنے نفسانی تجارتوں کے لئے عدن اور مسقط تک سیر کر آتے ہیں اس کو کوئی فضول نہیں سمجھتا مگر تائید اسلام کے کاموں کو غیر ضروری سمجھتے ہیں اور یوں گوشت پلاؤ کھانے اور شادیوں کی دعوتوں میں شامل ہونے کے لئے صدہا کوس چلے جاتے ہیں۔ یہ خوب دینداری ہے کہ یوں تو ملک میں شور مچا رہے ہیں کہ گویا اس جماعت میں داخل ہو کر تیس ہزار آدمی کافر ہو گیا اور ہوتا جاتا ہے اور جب کہا جائے کہ آؤ فیصلہ کرو تو جواب ملتا ہے کہ اس فضول کام کے لئے علماء کو فرصت کہاں ہے اور کرایہ کیلئے خرچ کہاں۔ ہم اسوقت ایسے علماء کو خدا کی حجت پوری کرنے کے لئے کرایہ کی مدد دینے کو بھی حسب شرائط مذکورہ بالا طیار ہیں۔ کاش کسی طرح ان کے دل سیدھے ہوں۔ اسلام سب مذہبوں پر غالب ہوتا ہے یہ کیسا اسلام ان کے ہاتھ میں ہے جو انکو تسلی نہیں دے سکتا غرض اب ہم نے انکا یہ عذر بھی توڑ دیا۔

قولہ۔ اے نئے عیسائیو اور نیا گرجا بنانے والو ہم ایک سہل اور

نہایت آسان طریق بتلاتے ہیں۔

اقول - اے حسد سے بڑھنے والے کیا اُن مسلمانوں کا نام عیسائی رکھتا ہے جو اسلام کے حامی اور زمین پر حجت اللہ ہیں۔ اگر مسلمان تیرے جیسے ہی ہوتے تو اسلام کا خاتمہ تھا۔ پھر اس کے بعد آپ نے تمسخر اور ٹھٹھے سے مولوی عبد الکریم صاحب کا ذکر کیا ہے اور نشان یہ مانگا ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو جو ایک ٹانگ میں کچھ کمزوری ہے اور ایک آنکھ کی بصارت میں خلل ہے یہ دونوں عارضے جاتے رہیں اور اس ذکر سے اصل غرض آپ کی صرف ٹھٹھا اور ہنسی ہے اور یہ مقولہ محض اُن کافروں کی طرح ہے جو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہتے تھے اور یہ نشان مانگتے تھے کہ اگر یہ سچا نبی ہے تو اس کے لڑکے جتنے مر گئے ہیں انکو زندہ کردے۔ مگر ہم اس ٹھٹھے کا ابھی جواب دے چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ انسان بوجہ اپنی انسانیت کے کسی نہ کسی نقص سے خالی نہیں ہوتا اور ہمیشہ امراض آفات بھی لاحق رہتے ہیں۔ عزیز و اقارب بھی مرتے ہیں لیکن کوئی شریف نشان مانگنے کے بہانہ سے اس طرح پر دل نہیں دکھاتا۔ یہ قدیم سے رذیلوں اور سفیہوں کا کام ہے اور ہمارے ملک میں اس قسم کا ٹھٹھا ہنسی اکثر مراسی کیا کرتے ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ میاں عبد الحق نے کیوں یہ طریق اختیار کیا ہے۔ بھلا اگر ابھی کوئی میاں عبد اللہ غزنوی پر چند ایسے اعتراض کردے کہ اگر وہ ملہم تھا تو اسکو چاہیے تھا کہ اپنے فلاں فلاں ذاتی نقص دور کرتا اور لوگوں کو یہ نشان دکھلاتا تو مجھے معلوم نہیں کہ غزنوی صاحبان کیا جواب دیں گے۔ اے عزیز! اگر تم دوسرے کو اس طرح چڑاؤ گے تو باپ اور تمہارے مرشد تک پہونچے گا۔ پس ان فتنہ انگیز باتوں سے فائدہ کیا ہوا بلکہ خدا کے نزدیک اپنے باپ اور اپنے مرشد کی تحقیر کرنے والے تم خود ٹھہرو گے۔ اور اگر خدا کی قضا و قدر سے خود تمہاری دونوں آنکھوں پر نزول الماء نازل ہو جائے یا ٹانگوں پہ فالج پڑے تو

یہ ساری ہنسی یاد آجائے ۔اے غافلو! دوسروں پر کیوں عیب لگاتے ہو کیا ممکن نہیں کہ خود تم کسی وقت ایسے بدنی نقص میں مبتلا ہو جاؤ کہ لوگ تم پر ہنسیں یا تمہارے چھونے سے پرہیز کریں خدا سے ڈرو اور کفار کا شعار اختیار نہ کرو ۔ یاد رکھو کہ تمام نبیوں نے ان لوگوں کو ملعون ٹھہرایا ہے جو نبیوں اور ماموروں سے اقتراحی نشان مانگتے ہیں ۔ دیکھو حضرت عیسی علیہ السلام نے کیا فرمایا کہ اس زمانہ کے حرامکار مجھ سے نشان مانگتے ہیں انھیں کوئی نشان دکھلایا نہیں جائے گا ۔ ایسا ہی قرآن نے ان لوگوں کا نام ملعون رکھا جو لوگ حضرت سیدنا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و سلم سے اپنی تجویز سی نشان مانگا کرتے تھے جن کا بار بار لعنت کے ساتھ قرآن شریف میں ذکر ہے جیساکہ وہ لوگ کہتے تھے فلیاتنا بآیۃ کما أرسل الاوّلون یعنی ہمیں حضرت موسیٰ کے نشان دکھلائے جائیں یا حضرت مسیح کے اور کبھی آسمان پر چڑھ جانے کی درخواست کرتے تھے اور کبھی یہ نشان مانگتے تھے کہ سونے کا گھر آپ کے لئے بنجائے اور ہمیشہ انھیں نفی میں جواب ملتا تھا ۔ تمام قرآن شریف کو اول سے آخرتک دیکھو کہیں اس بات کا نام و نشان نہ پاؤ گے کہ کسی کافر نے اپنی طرف سے یہ نشان مانگا ہو کہ کسی کی ٹانگ درست کردو یا آنکھ درست کردو یا مردہ زندہ کردو تو آنحضرت نے وہی کام کردیا ہو اور نہ انجیل میں اس کی کوئی نظیر ملے گی کہ کفار نشان مانگنے آئے اور انھیں دکھایا گیا بلکہ ایک دفعہ خود صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں عرض کی کہ فلاں شخص جس کی نئی شادی ہوئی تھی اور سانپ کے کاٹنے سے مرگیا تھا اس کو زندہ کردو تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ اپنے بھائی کو دفن کرو ۔ غرض قرآن شریف اس بات سے بھرا پڑا ہے کہ مکہ کے پلید اور حرامکار کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم سے طرح طرح کے نشان مانگا کرتے تھے اور ہمیشہ اس سوال کی منظوری سے محروم رہتے اور خدا تعالےٰ سی لعنتیں

سنتے تھے - ایسا ہی تمام انجیل پڑھکر دیکھ لو کہ اقتراحی نشان مانگنے والے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے گالیاں سنا کرتے تھے - سو اے عزیز کچھ
خدا کا خوف کرو عمر کا اعتبار نہیں - خدا تعالے میرے ہاتھ پر نشان
ظاہر کرتا ہے مگر اُس سنت کے موافق جو قدیم سے اپنے ماموریں سے
رکھتا ہے - اور بلا شبہ اس سنت کے التزام سے ایک شخص اگر
شیطان بنکر بھی آوے تب بھی اس کو الہی نشانوں سے قائل کر دیا جائیگا
لیکن اگر خدا کی سنت قدیمہ کے مخالف دیکھنا چاہے تو اس کا اُس نعمت
سے کچھ حصہ نہیں اور بالیقین وہ ایسا ہی محروم مرے گا جیساکہ بوجہل
وغیرہ محروم مرگئے - اے عزیز آپ کا اختیار ہے کہ اُس طرح پر جو
خدا نے مجھے مامور کیا ہے ایک جماعت لنگڑوں لولوں اندھوں اور
کانوں اور دوسرے بیماروں کی لے آؤ اور پھر اُنہیں سے قرعہ اندازی
کے طریق پر جس جماعت کو خدا میرے حوالہ کرے گا اگر اُن میں
میں مغلوب رہا تو جس قدر تم نے اپنے اشتہار میں گالیاں دی ہیں
اُن سب کا میں مستحق ہوں گا ورنہ وہ تمام گالیاں تمہاری طرف رجوع
کریں گی - دیکھو اس طریق سے بھی وہی تمہارا مطلب حاصل ہے پھر
اگر دل میں مادہ فساد نہیں تو ایسا الٹا طریق کیوں اختیار کرتے ہو
جس طریق کے اختیار کرنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان
پر حرامکار کہلائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر [illegible]
اور لعنتی کہلائے - اگر تمہارے دل میں ایک ذرہ ایمان ہے تو یہ
طریق جو خدا تعالےٰ کی طرف سے میں پیش کرتا ہوں اسمیں حرج کیا
ہے - کیا تم گالیوں اور دہریہ کہنے سے فتح پا جاؤ گے - یقیناً اسی گروہ
کی فتح ہے جو دہریہ نہیں ہیں اور خدا تعالے پر سچا ایمان رکھتے ہیں
اور ہنسی ٹھٹھے سے پرہیز کرتے ہیں اور گذشتہ کافروں کی طرح
اپنے اقتراح سے نشان نہیں مانگتے بلکہ خدا کے پیش کردہ نشانوں میں
غور کرتے ہیں - اے موت سے غافل امانت اور دیانت کے طریق

سے کیوں باہر جاتا ہے اور ایسی باتیں کیوں زبان پر لاتا ہے جن میں تیرا دل ہی تجھے ملزم کر رہا ہے کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ سچ کہہ کیا ابتک تجھے خبر نہیں کہ خدا کو محکوم بناکر کوئی بات امتحان کے طور پر اس سے مانگنا یہ طریق صلحاء کا نہیں ہے بلکہ خدا کی کلام میں اس طریق کو ایک معصیت اور ترک ادب قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کو غور سے پڑھ اور پھر سوچ کہ جو لوگ اقتراحی نشان مانگتے تھے یعنے اپنے اپنے خود تراشیدہ نشانوں کو طلب کرتے تھے انکو قرآن میں کیا جواب ملتا تھا اور وہ اللہ تعالےٰ کی نظر میں مورد غضب تھے یا مورد رحم تھے اور اگر کچھ حیا اور شرم اور شوق تحقیق حق ہے اور اگر اپنے دعوٰے میں سچے ہو تو اپنے اُن علماء سے جو دین سے کچھ خبر رکھتے ہیں یہ فتویٰ لو کہ کیا خدا پر یہ حق واجب ہے کہ جب اُس کے کسی نبی یا محدث یا رسول سے کوئی فرقہ کفّار اور بے ایمانوں کا خود تراشیدہ نشان مانگے تو وہ نشان اس کو دکھلاوے اور اگر نہ دکھلاوے تو وہ نبی جس سے ایسا نشان طلب کیا جائے جھوٹا ٹھہرے گا پس اگر یہ فتویٰ تجھے علماء سے ملگیا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ پھر تجھے تیرا پیش کردہ نشان دکھلادوں گا اور اگر نہ ملا تو تیرے جھوٹ کی یہ سزا تجھے کافی ہے کہ تیری ہی قوم کے نامی علماء نے تیری تکذیب کی اور ہماری طرف سے یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ نامی علماء جیسے نذیر حسین دہلوی اور رشید احمد گنگوہی ہرگز تجھے یہ فتوی نہیں دیں گے اگرچہ تو ان کے سامنے روتا روتا مر بھی جائے۔ اور ناظرین کو چاہیے کہ اس شخص کا جو خدا کی شریعت میں تحریف اور تلبیس کرتا ہے پیچھا نہ چھوڑیں جب تک ایسا فتوی علماء کا پیش نہ کرے۔ کیونکہ وہ طریق جو نشان مانگنے میں اُس نے اختیار کیا ہے وہ خدا سے ہنسی اور ٹھٹھا ہے۔ یاد رہے کہ سب سے پہلے دنیا میں شیطان نے حضرت عیسیٰ سے بیت المقدس میں نشان مانگا تھا اور کہا تھا کہ اپنے تئیں اس عمارت سے نیچے گرا دے اگر

زندہ بچ رہا تو میں تجھپر ایمان لاؤنگا مگر حضرت مسیح نے فرمایا کہ دور ہو اے شیطان کیونکہ لکھا ہے کہ خدا کا امتحان نکر - اس جگہ ایک پادری صاحب انجیل کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ درحقیقت وہ انسان ہی تھا جس نے حضرت مسیح سے اقتراحی نشان مانگا تھا اور حضرت مسیح نے خود اس کا نام شیطان رکھا کیونکہ اُس نے خدا کو اپنی مرضی کا محکوم بنانا چاہا - پس انجیل کے اس قصے کی رو سے میاں عبدالحق کے لئے بھی بڑی خوف کی جگہ ہے جب انسان امانت سے بات نہیں کرتا تو اس وقت شیطان کا محکوم ہوتا ہے گویا خود وہی ہوتا ہے چنانچہ آیت من الجنة و الناس اس کی شاہد ہے -

قولہ - مرزا اور مرزائیوں کو قیامت اور حساب اور جنت اور دوزخ پر ایمان نہیں دہریہ مذہب معلوم ہوتے ہیں کیونکہ جس کو قیامت پر ایمان ہوتا ہے وہ ایسا آزاد دھوکہ باز مفتری علی اللہ و علے الرسول و علی الناس نہیں ہوتا -

اقول - میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ سب صفات آپ لوگوں میں ہیں بلکہ آپ لوگ دہریوں سے بدتر ہیں کیونکہ دہریہ تو خدا تعالےٰ کی ہستی پر اپنے زعم باطل میں دلیل نہیں پاتا مگر آپ لوگ ایمان کا دعوےٰ کر کے بھی پھر قابل نفرت جھوٹ بول رہے ہیں کیونکہ آپ لوگ جب یہہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے تو اس وقت آپ لوگ صریح خدا اور اس کے رسول پر افترا کرتے ہیں اور اگر افترا نہیں کرتے تو تمھیں خدا کی قسم ہے کہ بتلاؤ کہ قرآن شریف میں کہاں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے - افسوس کہ قرآن شریف میں فلما توفیتنی کی آیت پڑھتے ہو اور خوب جانتے ہو کہ سارے قرآن شریف میں ہر جگہ توفی بمعنی قبض روح ہے اور ایسا ہی یقین رکھتے ہو کہ تمام حدیثوں میں بھی. توفی بمعنی قبض روح ہے اور پھر افترا کے طور پر کہتے ہو کہ اس جگہ پر توفی بمعنی زندہ اٹھا

لینے کے ہیں - پس اگر تم اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم پر افترا نہیں کرتے تو بتلاؤ اور پیش کرو کہ کس حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے - ہائے افسوس اسقدر جھوٹ اور افترا - اے لوگو کیا تم نے مرنا نہیں کیا کبھی بھی قبر کا سوتھ نہیں دیکھو گے - از افتراء و کذب شما خوں شدست دل - داند خدا کہ زیں غم دیں چوں شدست دل - ہم عیاں شد کہ شمارا بکینہ ام - زینساں چرا دلیر و دگرگوں شدست دل

پھر جبکہ حدیث نبوی سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم خاکی آسمان پر چلے گئے تھے یا جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر سے اترنے والے ہیں اور قرآن انکو ان لوگوں میں داخل کرتا ہے جو توفے کے حکم کے نیچے ہیں اور معراج کی حدیث اس بات کی تائید کرتی ہے کیونکہ آنحضرت نے معراج کی رات میں حضرت عیسیٰ کو وفات یافتہ روحوں میں دیکھا ہے اور ایک سو پچیس برس کی عمر جو حدیثوں میں بیان کی گئی ہے وہ صاف کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ اس قدر زمانہ گذرنے کے بعد ضرور فوت ہو گئے ہیں ایسا ہی وہ حدیث کنز العمال کی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰ دوسرے ملک میں چلے گئے اسکی موید ہے تو پھر یہ کس قدر خدا اور اس کے رسول پر افترا ہے کہ آپ لوگ ابتک اس جھوٹے عقیدہ سے باز نہیں آتے - اگر دنیا میں وہی مسیحؑ دوبارہ آنے والا ہوتا تو خدا تعالے اس کو وفات یافتہ نہ کہتا اور حدیث میں کسی جگہ اس بات کی صراحت ہوتی کہ حضرت عیسیٰ زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے ہیں اور کسی وقت زندہ مع جسم عنصری اتریں گے - مگر اب تو تمام حدیثیں دیکھ لی گئیں اس بات کا پتہ نہیں ملتا کہ کسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر زندہ مع جسم آسمان پر سے اتریں گے - اور اترنے والے کی صفت میں یہ تو لکھا ہے کہ امامکم منکم مگر یہ نہیں لکھا کہ امامکم من انبیاء بنی اسرائیل - اب سوچو کہ افترا کی

لعنت کس پر قرآن اور حدیث دونوں کرتے ہیں ہم پر یا تم پر - اگر ہمارے اس ثبوت کا کچھ جواب ہے تو پیش کرو ورنہ تم بلا شبہ خدا کے نزدیک مفتری ہو - اور پھر اسی پر بس نہیں بات بات میں تمہارے افترا ظاہر ہیں اور تمھاری زبانیں جھوٹ سے پلید ہیں - بھلا بتلاؤ کہ مباہلہ کے بارے میں جو میرے ساتھ تم نے کیا تھا کس قدر بار بار تم نے جھوٹ بولا اور کہا کہ مباہلہ میں مجھکو فتح ہوئی - اے سچائی کے دشمن اور حیا کے ترک کرنے والے سوچ اور سمجھ کہ خدا نے تو اسی وقت اسی مقام میں منشی محمد یعقوب کی گواہی سے تجھے ذلیل کیا - کیا یہی تیری فتح تھی کہ تیرے ہی استاد عبد اللہ غزنوی نے میری سچائی کی گواہی دیدی - اب اگر میں مفتری ہوں اور قیامت اور حساب اور دوزخ پر مجھے ایمان نہیں تو تجھے ساتھ ہی ماننا پڑیگا کہ عبد اللہ غزنوی تیرا استاد مجھ سے بڑھکر مفتری تھا اور قیامت اور حساب اور دوزخ اور جنت پر ایمان نہیں رکھتا تھا کیونکہ بقول تمھارے اس نے ایک ایسے آدمی کو سچا اور منجانب اللہ قرار دیا جو خدا پر افترا کرتا تھا - اے نادان یہ تمام تیری گالیاں تیری طرف ہی عود کرتی ہیں جبتک تو یہ ثابت نہ کرے کہ جو کچھ تیرے استاد عبد اللہ نے گواہی دی وہ صحیح نہیں ہے - اے ظالم تو کیوں استاد کا عاق بنتا ہے تجھے تو چاہیے تھا کہ سب سے پہلے تو ہی مجھے قبول کرتا کیونکہ تو نے اپنے اس اشتہار میں بھی اپنے نام کے ساتھ یہ لفظ لکھے ہیں - "عبدالحق غزنوی تلمیذ حضرت مولانا مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی" - اے بے ادب تو نے اپنے اُستاد کو یہی صلہ دینا تھا کہ جس شخص کو وہ راستباز کہتا ہے تو نے اس کو کذاب قرار دیا اور جبکہ تیری اس مخالفت کے رو سے عبد اللہ غزنوی مفتری ٹھہرا اور اس نے ناحق دروغ کے طور پر مجھے مَظہر انوارِ الٰہی ٹھہرایا تو اب تجھے تو شرم سے مر جانا چاہیے کہ تو اُسی مفتری کا شاگرد ہے - میں نہیں کہتا کہ مولوی عبداللہ غزنوی مفتری تھا اور

نہ ہیں اس کا نام کذاب اور دھوکہ باز رکھتا ہوں لیکن تو نے بلاشبہ اس کو مفتری بنا دیا ۔ خدا تجھکو اس کی مکافات دے کہ ایسے عبد صالح کو تو نے عبد طالح قرار دیا کیونکہ جس حالت میں وہ مجھے صادق اور خدا تعالےٰ کی طرف سے سمجھتا ہے اور میں بقول تیرے مفتری اور کذاب اور دجال ہوں تو یہی نام عبد اللہ کو بھی تیری طرف سے تحفہ پہونچا ۔ مگر تیرے پر کوئی کیا افسوس کرے کیونکہ عبد اللہ تو عبد اللہ تو نے تو اس کے مرشد کو بھی مفتری ٹھہرایا کیونکہ میانصاحب کوٹھہ والے جو مولوی عبد اللہ صاحب کے مرشد تھے قریب موت کے وصیت کر گئے تھے کہ پنجاب میں مہدی عنقریب ظاہر ہونیوالا ہے بلکہ پیدا ہو چکا اور اب ہم اس کے زمانہ میں ہیں + وہ لوگ اب تک زندہ موجود ہیں جن کو یہ کشف سنایا گیا تھا مگر اے ناحق شناس تو نے مرشد کے مرشد کا بھی ادب نگہ نہ رکھا ۔ پس آفرین تیرے پر کہ تو نے اپنے مرشد اور مرشد کے مرشد سے خوب نیکی کی اور اُن کا نام مفتری اور کذاب رکھا اگر مولوی عبد اللہ صاحب کی اولاد اپنے باپ کی کچھ عزت کرتے ہیں تو چاہیے کہ ایسے آدمی کو فی الفور اپنی جماعت میں سے نکالدیں کیونکہ جو استاد اور مرشد کا مخالف ہو اسکے وجود میں خیر نہیں ۔ اسے بے ادب کیا تو ایسے بزرگ کی بے ادبی کرتا ہے جس کی شاگردی کا تو خود قائل ہے اور اگر تو یہ جواب دے کہ منشی محمد یعقوب صرف ایک گواہ ہے تو یہ دوسری بشارت بھی سن لے کہ چونکہ ضرور تھا کہ مباہلہ کے بعد ہر طرح سے خدا تجھے ذلیل کرے اور تیری رسوائی دنیا پر ظاہر ہو اس لئے اُسی دن جبکہ ہم مباہلہ سے فراغت پا چکے یا شاید دوسرے دن بوقت شام حافظ محمد یوسف داروغہ انہار نے جن کی بزرگی کے تم سب لوگ قائل ہو مجھ سے ملاقات کی اور ایک بڑی جماعت میں جو سو کے قریب آدمی تھا گواہی دی کہ مولوی عبد اللہ صاحب نے ایک کشف اپنا مجھے سنایا ہے کہ ایک

+ اگرچہ میاں صاحب موصوف کے مونھ سے صرف مہدی کا لفظ نکلا تھا کہ وہ پیدا ہو گیا اور زبان اس کی پنجابی تھی مگر سامعین نے قرائن مقررہ کے لحاظ سے یہی سمجھا تھا کہ مہدی معہود انکی مراد ہے کیونکہ اسوقت اُسی کی انتظار ہے اور عام محاورہ لوگوں کا یہی ہے کہ جب مثلاً کوئی کہتا ہے کہ مہدی کب ظاہر ہوگا تو اُسکا مقصود مہدی معہود ہی ہوتا ہے اور مخاطب یہی سمجھتا ہے ۔ منہ

نور آسمان سے گرا اور وہ قادیان پر نازل ہوا اور میری اولاد اس سے محروم رہ گئی یعنے وہ لوگ اس کو قبول نہیں کریں گے اور مخالف ہو جائیں گے اور اس فیض سے بے نصیب رہ جائیں گے + حافظ محمد یوسف صاحب ابتک زندہ ہیں ایک مجلس مقرر کرد اور مجھے اس میں بلاؤ اور پھر ان دونوں بزرگوں کو خدا کی قسم دیکر پوچھو کہ یہ دونوں واقعات انھوں نے بیان کئے ہیں یا نہیں اور یہ لوگ تمھاری جماعت میں سے ہیں اور نیز مولوی عبد اللہ کے مربی اور محسن بھی - اب بتلاؤ کہ کیسی تمھاری جان شکنجہ میں آگئی اور کس طرح صفائی سے ثابت ہوگیا کہ تم ہی مفتری ہو خدا اپنی مخلوق کو تمھارے افتراؤں سے اپنی پناہ میں رکھے-آمین

قولہ - مرزا کی کتابیں اس قسم کے جھوٹ اور افتراؤں سے بھری ہوئی ہیں کہ کوئی مومن باللہ ایسی دلیری نہیں کر سکتا -

اقول - اس تقریر کا دوسرے لفظوں میں مآل یہ ہے کہ عبد اللہ غزنوی نے ایسی مفتری کا نام صادق اور منجانب اللہ رکھکر ایک ایسی جھوٹ اور افترا سے کام لیا ہے کہ کوئی مومن باللہ ایسی دلیری نہیں کر سکتا - اب سچ کہو اے میاں عبد الحق کیا کوئی مومن باللہ ایسی دلیری کر سکتا ہے جو میاں عبد اللہ نے کی کہ مفتری کا نام صادق اور آسمانی نور رکھا - خدا تعالے تو مفتریوں پر لعنت بھیجتا ہے پس جس شخص نے ایسا جھوٹا الہام اور کشف بنایا کہ یہ بیان کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر خدا تعالے کا نور نازل ہوا اور میری اولاد اُس سے بے نصیب رہ گئی اس کی نسبت آپ لوگوں کا کیا فتویٰ ہے ضرور یہ فتویٰ شایع کرنا چاہیے و من اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا - آپ تو یہ رونا روتے تھے کہ نعوذ باللہ میں نے جھوٹ بولا ہے اب آپ کے اقرار سے یہ ثابت ہوا کہ عبد اللہ غزنوی کئی مرتبہ خدا پر جھوٹ بولکر اور حضرت احدیت پر افترا کرکے اس دنیا سے گذر گیا ہے اور جو خدا پر افترا کرے اس سے بدتر کون ہو سکتا ہے ؎ مرا خواندی و خود بدام آمدی - نظر پختہ ترکن

+ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کشف اُس زمانہ کا ہے جبکہ یہ راقم اپنی عمر کے ابتدائے زمانہ میں مولوی عبد اللہ صاحب کو بمقام خیر دی جاکر ملا تہا اور تفاول نکالا تھا کہ مجھے خیر اور بہتری ملی تب عبد اللہ صاحب کو اپنی نسبت دُعا کے لئے کہا تو انہوں نے دوپہر کے وقت شدت گرمی میں گھر میں جاکر میری نسبت دعا کی اور میری نسبت اپنا ایک الہام سنایا اور وہ یہ کہ انت مولانا فانصرنا۔

کہ خام آدمی -
قولہ - تین صریح جھوٹ ثابت کرتا ہوں جو کسی ایماندار بلکہ ذرہ شرم و
و حیا والے آدمی کا کام نہیں -
اقول - اے شرم اور حیا سے دور اس تیرے قول سے بھی میں کچھ رنج
نہیں کرتا کیونکہ پہلے بے ایمانوں کے طریق اور عادت کو تونے پورا کیا
ہرایک نبی اور خدا کا مامور اور صادق اور صدیق جو دنیا میں آیا اُس کو
بدبخت کفار نے جھوٹا کہا بلکہ کذاب نام رکھا اور تونے ساری جانکاہی
سے تین مقام پیش کئے جن میں تیرے زعم باطل میں میں نے جھوٹ
بولا ہے اور وہ تین مقام یہ ہیں جن کا جواب دیتا ہوں -
قولہ - اول جھوٹ یہ ہے کہ صفحہ پانچ سطر ۲۰ و ۲۱ میں لکھا ہے کیونکہ
قرآن شریف میں حضرت مسیح کی نسبت لما توفیتنی فرمانا اور حدیثوں میں
جیسا کہ بخاری میں ہے اس کے معنے امتنی بیان کرنا -
اقول - اس نادان معترض کی اس پوچ اور لچر عبارت کا حاصل مطلب
یہ ہے کہ صحیح بخاری میں اس جگہ آیت یا عیسیٰ انی متوفیک کی تفسیر
میں یہ قول ہے کہ متوفیک ممیتک یہ قول نہیں کہ لما توفیتنی امتنی
اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ میری کلام کا اصل مقصود احادیث کا خلاصہ مطلب بیان کرنا ہے نہ
یہ کہ کسی حدیث کے ٹھیک ٹھیک لفظ لکھنا جیسا کہ میرے اس فقرہ کے ذکر کرنے سے کہ اور حدیثوں میں یعنی بخاری
وغیرہ میں یہ میرا مدعا سمجھا جاتا ہے اور منصف کو میرے کلام پر غور کرنے سے شک نہیں رہیگا کہ میرا مدعا اسجگہ صرف احادیث کا
خلاصہ اور مآل اقوال لکھنا ہے نہ نقل عبارات اور ظاہر ہے کہ جو شخص مثلاً بیس ایسی حدیثوں کے معنے بیان کرنے لگتا ہے جو مختلف
الفاظ میں آئی ہیں اور مآل واحد ہے تو اسکو اُن احادیث کا حاصل مطلب لکھنا پڑتا ہے تا وہ لفظ سب پر منطبق ہو اور نیز اصل
مقصود کا مفسر ہو جائے اسی طرح اصل مقصود بخاری وغیرہ کا امتنی ہے
جو ذکر کے قابل تھا اور اگرچہ خاص بخاری کا لفظ متوفیک ممیتک
ہے مگر میرے بیان میں صرف بخاری کے الفاظ پر حصر نہیں رکھا گیا عموماً
احادیث کی بحث ہے بخاری ہو یا غیر بخاری اور پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ
خود بخاری نے اسی مقام میں اس آیت یعنے فلما توفیتنی کو بغرض تظاہر

آیتیں ذکر کرکے جتلا دیا ہے کہ یہی تفسیر فلما توفیتنی کی ہے اور وہی
استدلال قول ابن عباس کا اس جگہ صحیح ہے جیسا کہ انی متوفیک میں
صحیح ہے۔ اور نیز اسجگہ یہ یاد رہے کہ خدا تعالے جو اصدق الصادقین ہے اس نے
اپنی کلام میں صدق کو دو قسم قرار دیا ہے ایک صدق باعتبار ظاہر
الاقوال دوسرے صدق باعتبار التاویل و المآل۔ پہلی قسم صدق کی
مثال یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالے نے فرمایا کہ عیسی مریم کا بیٹا تھا اور
ابراہیم کے دو بیٹے تھے اسمعیل و اسحاق کیونکہ ظاہر واقعات بغیر تاویل
کے یہی ہیں۔ دوسری قسم صدق کی مثال یہ ہے کہ جیسے قرآن شریف
میں کفار یا گذشتہ مومنوں کے کلمات کچھ تصرف کرکے بیان فرمائے گئے
ہیں اور پھر کہا گیا کہ یہ انہی کے کلمات ہیں اور یا جو قصے توریت کے
ذکر کئے گئے ہیں اور ان میں بہت سا تصرف ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ
جس اعجازی طرز اور طریق اور فصیح فقروں اور دلچسپ استعارات میں
قرآنی عبارات ہیں اس قسم کے فصیح فقرے کافروں کے مونھ سے ہرگز
نہیں نکلے تھے اور نہ یہ ترتیب تھی بلکہ یہ ترتیب قصوں کی جو قرآن میں ہے توریت میں بھی باالتزام
ہرگز نہیں ہے حالانکہ فرمایا ہے ان ھذا لفی الصحف الاولی صحف
ابراھیم و موسی۔ اور اگر یہ کلمات اپنی صورت اور ترتیب اور صیغوں
کے رو سے وہی ہیں جو مثلاً کافروں کے مونھ سے نکلے تھے تو اس
سے اعجاز قرآنی باطل ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں وہ فصاحت
کفار کی ہوئی نہ قرآن کی اور اگر وہی نہیں تو بقول تمہارے کذب
لازم آتا ہے کیونکہ اُن لوگوں نے تو اور اور لفظ اور اور ترتیب اور اور صیغے
اختیار کئے تھے اور جس طرح متوفیک اور توفیتنی دو مختلف صیغے ہیں
اسی طرح صدہا جگہ انکے صیغے اور قرآنی صیغے باہم اختلاف رکھتے تھے
مثلاً توریت میں ایک قصہ یوسف ہے نکالکر دیکھ لو اور پھر قرآن
شریف کے سورہ یوسف سے اس کا مقابلہ کرو تو دیکھو کہ کس قدر صیغوں
میں اختلاف اور بیان میں کمی بیشی ہے بلکہ بعض جگہ بظاہر معنوں میں بھی اختلاف ہے ایسا ہی قرآن نے بیان کیا ہے

کہ ابراہیم کا باپ آزر تھا لیکن اکثر مفسر لکھتے ہیں کہ اس کا باپ کوئی اور تھا نہ آزر - اب اے نادان جلد توبہ کر کہ تونے پادریوں کیطرح قرآن پر بھی حملہ کر دیا - صحیح بخاری کی پہلی حدیث ہے کہ انما الاعمال بالنیات اسی طرح جب ہم نے دیکھا کہ اس محل میں تمام احادیث کا مقصود مشترک یہ ہے کہ توفیتنی کے معنے ہیں امتنی تو بصحت نیت اس کا ذکر کر دیا- اس طرز کے بیان کو جھوٹ سے کیا مناسبت اور جھوٹ کو اس سے کیا نسبت - کیا یہ سچ نہیں کہ امام بخاری کا مدعا اس فقرہ متوفیک ممیتک سے یہ ثابت کرنا ہے کہ لما توفیتنی کے معنے ہیں امتنی اور اسی لئے وہ دو مختلف محل کی دو آیتیں ایک جگہ ذکر کرکے اور ایک دوسرے کو بطور تظاہر قوت دیکر دکھلاتا ہے کہ ابن عباس کا یہ منشاء تھا کہ لما توفیتنی کے معنے ہیں امتنی اس لئے ہمنے بھی بطور تاویل اور مآل کے یہ کہدیا کہ حدیثوں کے رو سے لما توفیتنی کے معنے امتنی ہیں+ بھلا اگر یہ صحیح نہیں ہے تو توہی بتلا کہ جبکہ متوفیک کے معنے ممیتک ہوئے تو اس قول ابن عباس کے رو سے لما توفیتنی کے کیا معنی ہوئے کیا ہمیں ضرور نہیں کہ ہم لما توفیتنی کے معنے ایسی حدیث کی رو سے کریں جیسی کہ حدیثکی رو سے متوفیک کے معنے کئے گئے ہیں - اگر ہم اسبات کے مجاز ہیں کہ ایک ہی محل کی دو آیتوں کی تفسیر میں ایک آیت کی تفسیر کو بطور حجت پیش کردیں تو اس میں کیا جھوٹ ہوا کہ ہم نے لکھدیا کہ حدیث کے رو سے لما توفیتنی کے معنے لما امتنی ہیں - جبکہ توفی کے ایک صیغہ میں حدیث کی رو سے یہ مستفاد ہو چکا کہ اس کے معنے وفات دینا ہے تو وہی استدلال دوسرے صیغہ میں بھی جاری کرنا کیوں حدیثی استدلال سے باہر سمجھا جاتا ہے اور یہ کہنا کہ ہم اُسی قول کو حدیث کہیں گے جس کا اسناد آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم تک پہونچتا ہو یعنے وہ مرفوع متصل ہو یہ اور جہالت ہے کیا جو منقطع حدیث ہو اور مرفوع متصل نہ ہو وہ حدیث نہیں کہلاتی - شیعہ

+ اس طور کے قول قرآن شریف میں صدہا پائے جاتے ہیں کہ متکلم کے تو اور الفاظ اور اور اور پیرایہ تھا مگر خدا تعالیٰ نے الگ پیرایہ میں بیان فرمایا اور پھر کہا کہ یہ اُسی کا قول ہے افسوس کہ میرے بخل کے لئے یہ لوگ اب قرآن شریف پر بھی اعتراض کرنے لگے ہیں۔ ... خدا ان پر اپنا فضل کرے آمین - منہ

مذہب کے امام اور محدث کسی حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہونچاتے تو گیا اُن اخبار کا نام احادیث نہیں رکھتے اور خود سنیوں کے محدثوں نے بعض اخبار کو موضوع کہکر پھر بھی ان کا نام حدیث رکھا ہے اور حدیث کو کئی قسموں پر منقسم کر کے سب کا نام حدیث ہی رکھ دیا ہے - افسوس کہ تم لوگوں کی کہانتک نوبت پہونچ گئی ہے کہ اُن باتوں کا نام بھی جھوٹ رکھتے ہو جس طرز کو قرآن شریف نے اختیار کیا ہے اور محض شرارت سے خدا کی پاک کلام پر حملہ کرتے ہو - ظاہر ہے کہ اگر مثلاً کوئی یہ کہے کہ میں نے پلاؤ کی ساری رکابی کھالی تو اس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے - اور جھوٹ یہ کہ اس نے چاول کھائے ہیں رکابی کو توڑ کر تو نہیں کھایا - اور جبکہ نصوص حدیثیہ کا استدلال کلیت کا فائدہ بخشتا ہے تو یہ کہنا کہ حدیث کے رو سے لما توفیتنی کے معنے لما امتنی ہیں یعنے اس بنا پر کہ متوفیک ممیتک آچکا ہے اس میں کونسا کذب اور دروغ ہے لیکن ایسے جاہل کو کون سمجھائے جو اپنی جہالت کے ساتھ تعصب کی زہر بھی مخلوط رکھتا ہے - مگر غنیمت ہے کہ جیسا کہ یہ لوگ تین جھوٹ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں ایسا ہی تین جھوٹ میری طرف بھی منسوب کئے - ہم اس ابراہیمی مشابہت پر فخر کرتے ہیں لیکن ان لوگوں کے جھوٹ اور افترا کو انکے مونہہ پر مارتے ہیں

قولہ - دوسرا جھوٹ اسی صفحہ سطر ۲۳ و ۲۴ میں لکھا ہے - قرآن شریف کا یہ فرمانا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جو فوت نہیں ہوگیا یہ بھی سراسر جھوٹ ہے قرآن شریف میں فقط خلت من قبلہ الرسل موجود ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیغمبر گذرے -

اقول - کیا گذرنا بجز مرنے کے کوئی اور چیز بھی ہے جو شخص دنیا سے گذر گیا اسی کو تو کہتے ہیں کہ مرگیا - شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎ پدر

چوں دور عمرش منقضی گشت - مرا ایں یک نصیحت داد و بگذشت
اب بتلاؤ کہ بگذشت کے اس جگہ کیا معنے ہیں کیا یہ کہ شیخ سعدی علیہ الرحمت کا باپ زندہ بجسم عنصری آسمان پر چلا گیا تھا یا یہ کہ مرگیا تھا - اے عزیز کیا ان تاویلات رکیکہ سے ثابت ہو جائیگا کہ حضرت عیسی علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے - تمام دنیا کا یہ محاورہ ہے کہ جب مثلاً کہا جائے کہ فلاں بیمار گذر گیا تو کوئی بھی یہ معنے نہیں کرتا کہ وہ آسمان پر مع جسم عنصری چڑھ گیا اور عربی میں بھی گذرنا بمعنی مرنا ایک قدیم محاورہ ہے چنانچہ ایک فاضل کی نسبت جو کسی کتاب کو تالیف کرنا چاہتا تھا اور قبل از تالیف مرگیا کسی کا یہ پورانا شعر ہے
و لم یتفق حتی مضی بسبیلہ - و کم حسرات فی بطون المقابر
یعنے اس فاضل کو اس کتاب کا تالیف کرنا اتفاق نہ ہوا یہاں تک کہ گذر گیا - اور قبروں کے پیٹ میں بہت سی حسرتیں ہیں یعنے اکثر لوگ قبل اس کے جو اپنے ارادے پورے کریں مرجاتے ہیں اور حسرتوں کو قبروں میں ساتھ لیجاتے ہیں - اب دیکھو کہ اس جگہ بھی گذرنا بمعنی مرنے کے ہے - اور اگر یہ کہو کہ کس تفسیر والے نے یہ معنے لکھے ہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ ہر ایک محقق مفسر جو عقل اور بصیرت اور علم بصیرت سے حصہ رکھتا ہے یہی معنے لکھتا ہے دیکھو تفسیر مظہری صفحہ ۴۸۵ - زیر آیت قد خلت من قبلہ الرسل یعنے مضت و ماتت من قبلہ الرسل یعنے پہلے نبی دنیا سے گذر گئے اور مرگئے اور الف لام سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کوئی ان میں سے موت سے خالی نہیں رہا - ایسا ہی تفسیر تبصیر الرحمان و تیسیر المنان للشیخ العلامہ زین الدین علی المہائمی زیر آیت قد خلت لکھا ہے - قد خلت - منہم من مات و منہم من قتل فلا منافات بین الرسالہ و القتل و الموت - دیکھو صفحہ ۱۷۷

جلد پہلی تبصیر الرحمان - یعنے گذشتہ انبیاء دنیا سے اس طرح گذر گئے کہ کوئی مرگیا اور کوئی قتل کیا گیا پس نبوت اور موت اور قتل میں کچھ منافات نہیں - ایسا ہی تفسیر جامع البیان للشیخ العلامہ سید معین الدین ابن الشیخ سید صفی الدین صفحہ ۱۱۸ میں زیر آیت قد خلت من قبلہ الرسل لکھا ہے قد خلت من قبلہ الرسل بالموت او القتل فیخلو محمد صلی اللہ علیہ و سلم ایضا یعنے تمام نبی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم سے پہلے تھے موت کے ساتھ یا قتل کے ساتھ دنیا سے گذر گئے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم بھی دنیا سے گذر جائیں گے - ایسا ہی حاشیہ غایۃ القاضی و کفایۃ الراضی علی تفسیر البیضاوی جلد ۳ صفحہ ۶۸ مقام مذکور کے متعلق یہ لکھا ہے لیس (رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم) متبرءاً عن الھلاک کسائر الرسل و یخلو کما خلوا - یعنے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ و سلم موت سے مستثنیٰ نہیں ہیں بلکہ جیسا کہ پہلے اُن سے تمام پیغمبر مرچکے ہیں وہ بھی مریں گے اور جیسا کہ وہ اس دنیا سے گذر گئے وہ بھی گذر جائیں گے - ایسا ہی تفسیر جمل میں جس کا دوسرا نام فتوحات الیہ ہے یعنے جلد ایک صفحہ ۳۳۶ میں زیر تفسیر آیت وما محمد - قد خلت یہ لکھا ہے کانہم اعتقدوا انہ لیس کسائر الرسل فی انہ یموت کما ماتوا - یعنے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو گویا یہ گمان ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم دوسرے نبیوں کی طرح نہیں مریں گے بلکہ زندہ رہینگے سو فرمایا کہ وہ بھی مرے گا جیسا کہ پہلے تمام نبی مرگئے - ایسا ہی تفسیر صافی زیر آیت مذکورہ جلد اول میں لکھا ہے فسیخلوا کما خلوا بالموت او القتل یعنے حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و سلم بھی دنیا سے ایسا ہی گذر جائے گا جیسا کہ دوسرے نبی موت یا قتل کے ساتھ دنیا سے گذر گئے اب ظاہر ہے کہ ان تمام تفسیر والوں نے لفظ خلت کے معنے مانت ہی کیا ہے یعنے اس آیت کے یہی معنے کئے ہیں کہ جیسے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام فوت ہو گئے ہیں ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم بھی وفات

پائیں گے۔ اب دیکھو کہ حضرت مسیح کی موت پر کس قدر روشن ثبوت ہے جو تمام تفسیروں والے یکزبان ہو کر بول رہے ہیں کہ پہلے جسقدر دنیا میں نبی آئے سب فوت ہو چکے ہیں۔ ماسوا اس کے ہر ایک ایماندار کا یہ فرض ہے کہ اس مقام میں جن معنوں کی طرف خود اللہ جل شانہ نے اشارہ فرمایا ہے اُنہی معنوں کو درست سمجھے اور اس کے مخالف معنوں کو زیغ اور الحاد یقین کرے اور یہ بات نہایت بدیہی اور اظہر من الشمس ہے کہ اللہ جلشانہ نے آیت قد خلت من قبله الرسل کی تفسیر میں آپ ہی فرما دیا ہے افائن مات او قتل۔ پس اس ساری آیت کے یہ معنے ہوئے کہ پہلے تمام نبی اس دنیا سے موت یا قتل سے گذر چکے ہیں۔ سو اگر یہ نبی بھی انہی کی طرح موت یا قتل سے گذر جائے تو کیا تم دین سے پھر جاؤ گے۔ اس جگہ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس مقام میں خدا تعالے نے دنیا سے گذر جانے کے دو ہی طور پر معنے قرار دئے ہیں ایک یہ کہ بذریعہ موت حتف انف یعنے طبعی موت کے انسان مرجائے اور دوسرے یہ کہ مارا جائے یعنی قتل کیا جائے۔ غرض خدا تعالے نے خلت کے لفظ کو موت یا قتل میں محصور کر دیا ہے پس ظاہر ہے کہ اگر کوئی تیسرا شق بھی خدا تعالےٰ کے علم میں ہوتا تو خلت کے معنوں کی تکمیل کے لئے اسکو بھی بیان فرماتا مثلاً یہ کہنا افائن مات او قتل او رفع الی السماء بجسمه کما رفع عیسی انقلبتم علی اعقابکم جس کا ترجمہ یہ ہے کہ سارے نبی پہلے اس سے گذر چکے ہیں پس اگر یہ نبی بھی مرجائے یا قتل کیا جائے یا عیسی کی طرح مع جسم آسمان پر اٹھایا جائے تو کیا تم اس دین سے پھر جاؤ گے۔ اب اے عزیز کیا تو خدا پر اعتراض کرے گا کہ وہ اس تیسری شق کا بیان کرنا بھول گیا اور صرف دو شق بیان کئے۔ لیکن عقلمند خوب جانتے ہیں کہ لفظ خلت جو ایک تشریح طلب لفظ تھا اسکی تشریح صرف موت یا قتل سے کرنا اس بات پر قطعی دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے نزدیک اس مقام میں خلت کے معنے یا موت یا قتل ہے اور کچھ نہیں اور یہ ایک ایسا یقینی

امر ہے جو اس سے انکار کرنا گویا خدا کی اطاعت سے خارج ہونا اور
اسپر افترا کرنا ہے۔ جبکہ خدا تعالے نے اسی آیت میں اپنے ہی مونہہ
سے بیان فرما دیا کہ خلت کے معنے یا مرنا یا قتل کئے جانا ہے تو اس
سے مخالف بولنا کذب عظیم اور ایک بڑا افترا ہے اور صغائر میں سے
نہیں ہے بلکہ کبیرہ گناہ ہے۔ پس جبکہ خدا تعالےٰ کے نزدیک خلت
کے معنے دو ہی میں ہی محصور ٹھہرے یعنے مرنا یا قتل کئے جانا تو اس سے
زیادہ افترا اور دروغ کیا ہو گا کہ جس طرح نصاریٰ نے خواہ نخواہ
حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کا بیٹا قرار دیا اسی طرح خواہ
نخواہ بغیر دلیل اور سلطان مبین کے خلت کے معنوں میں آسمان پر بجسم
عنصری اٹھائے جانا داخل سمجھا جائے ہاں اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہو گا
کہ جبکہ ائمہ لغت عرب نے بھی خلت کے معنے کہیں یہ نہیں لکھے کہ کوئی
شخص زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلا جائے تو کیا حاجت تھی کہ خدا تعالے نے
افان مات او قتل کے ساتھ لفظ خلت کی تشریح فرمائی تو اس کا
جواب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ جانتا تھا کہ فیج اعوج کے زمانہ میں
خلت کے یہ معنے بھی کئے جائیں گے کہ حضرت مسیح کو زندہ مع جسم
عنصری آسمان پر پہونچا دیا گیا ہے۔ لہذا اس تشریح سے بطور حفظ ما تقدم پہلے سے ہی
ان خیالات فاسدہ کا رد کر دیا۔ اب اس تمام تحقیق کے رو سے آپ
سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے ان معنوں میں کوئی جھوٹ نہیں بولا بلکہ
آپ ناراض نہ ہوں آپ خود بوجہ ترک معنی قرآن اس قول شنیع
دروغگوئی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ میں آپ کو ہزار روپیہ بطور انعام دینے
کو طیار ہوں اگر آپ کسی قرآن شریف کی آیت یا کسی حدیث قوی
یا ضعیف یا موضوع یا کسی قول صحابی یا کسی دوسرے امام کے قول
سے یا جاہلیت کے خطبات یا دواوین اور ہر ایک قسم کے اشعار یا
اسلامی فصحاء کے کسی نظم یا نثر سے یہ ثابت کر سکیں کہ خلت کے
معنوں میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی شخص مع جسم عنصری آسمان پر چلا جائے

خدا تعالےٰ کا قرآن شریف میں اوّل خلت کا بیان کرنا اور پھر ایسی عبارت میں جو بموجب اصول بلاغت و معانی تفسیر کے محل میں ہے صرف مرنا یا قتل کئے جانا بیان فرمانا کیا مومن کے لئے یہ اس بات پر حجت قاطع نہیں ہے کہ خلت کے معنے اس محل میں دو ہی ہیں یعنے مرنا یا قتل کئے جانا۔ اب خدا کی گواہی کے بعد اور کس کی گواہی کی ضرورت ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اسے مقام میں خدا تعالےٰ اپنے میری سچائی کی گواہی دیدی اور بیان فرمادیا کہ خلت کے معنے مرنا یا قتل کئے جانا ہے آپ نے تو اس مقام میں اپنے اس اشتہار میں میری نسبت یہ عبارت لکھی ہے کہ ایسا جھوٹ بولا ہے کہ کسی ایماندار بلکہ ذرہ شرم اور حیا کے آدمی کا کام نہیں۔ لیکن یہ بھی خدا تعالےٰ کا ایک عظیم الشان نشان ہے کہ وہی جھوٹ قرآنی شہادت سے آپ پر ثابت ہو گیا۔ اب بتلائیے کہ میں آپ کی نسبت کیا کہوں۔ آپ نے ناحق جلد بازی کر کے میرا نام دروغگو رکھا لیکن میں نہیں چاہتا کہ بدی کا بدی کے ساتھ جواب دوں بلکہ اگر اسلامی شریعت میں جھوٹ بولنا حرام اور گناہ نہ ہوتا تو میں بعوض آپ کے کذاب کہنے کے آپ کو صدیق کہتا اور بعوض اس کے کہ آپ نے محض دروغگوئی سے مجھے ذلیل اور شکست یافتہ قرار دیا آپ کو معزز اور فتحیاب کر نام سے پکارتا

قولہ۔ تیسرا جھوٹ اسی صفحہ سطر ۲۷ میں جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضرت مسیح علیہ السلام اور تمام نبیوں کی موت پر اجماع ہوجانا یہہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ اصحاب کرام تو لاکھ سے بھی زیادہ ہوں گے سب سے ثبوت دینا تو مشکل ہے۔

اقول۔ اس جگہ مجھے آپ لوگوں کی حالت پر رونا آتا ہے کہ کیسے خدا نے عقل و علم اور دیانت کو سینوں میں سے چھین لیا۔ کیا اسی مایۂ علمی پر آپ لوگ مولوی کہلاتے ہیں اور ایک دوسرے کا نام علمار کرام اور صوفیہ عظام رکھتے ہیں۔ اے قابل رحم نادان یہ بات

فی الواقع سچ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور تمام گذشتہ نبیوں کی موت کی نسبت صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا تھا اور جس طرح خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اجماع پایا گیا ہے اسی قسم کا بلکہ اس سے افضل و اعلیٰ یہ اجماع تھا اور اگر کوئی جرح قدح اس اجماع پر ہوتا ہے تو اس سے زیادہ جرح قدح خلافت مذکورہ کے اجماع پر ہوگا درحقیقت یہ اجماع خلافت ابوبکر کے اجماع سے بہت بڑھکر ہے کیونکہ اس میں کوئی ضعیف قول بھی مروی نہیں جس سے ثابت ہو جو کسی صحابی نے حضرت ابوبکر کی مخالفت کی یا تخلف کیا۔ یعنے جب کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی موت پر بطور استدلال کے یہ آیت پڑھی کہ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم جس کا یہ ترجمہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ و سلم صرف ایک رسول ہے اس میں کوئی جز الوہیت کی نہیں اور اس سے پہلے تمام رسول دنیا سے گذر چکے ہیں یعنے مر چکے ہیں پس ایسا ہی اگر یہ بھی مرکر یا قتل ہوکر دنیا سے گذر گیا تو کیا تم دین سے پھر جاؤ گے تو اس آیت کو سننے کے بعد کسی ایک صحابی نے بھی مخالفت نہیں کی اور اٹھکر یہ عرض نہیں کی کہ یہ آپ کا استدلال ناقص اور ناتمام ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ بعض نبی زندہ بجسم عنصری زمین پر موجود ہیں جیسے الیاس و خضر اور بعض آسمان پر جیسے ادریس اور عیسیٰ تو پھر اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی ضرورت موت کیونکر ثابت ہوا اور کیوں جائز نہیں کہ وہ بھی زندہ ہوں بلکہ تمام صحابہ نے اس آیت کو سنکر تصدیق کی اور سب کے سب اس نتیجہ تک پہونچ گئے کہ تمام نبیوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا بھی مرنا ضروری تھا پس یہ اجماع بلا توقف اور تردد واقع ہوا لیکن وہ اجماع جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر مانا جاتا ہے اسمیں بعض صحابہ کی طرفسے بیعت کرنے میں کچھ توقف اور تردد بھی ہوا تھا گو کچھ دنوں کے بعد بیعت کر لی اور اس ابتلا میں خود حضرت علی رضی

اللہ عنہ بھی مبتلا ہو گئے تھے لیکن گذشتہ انبیاء کی موت پر کسی صحابی کو بعد سننے صدیقی خطبہ کے کوئی ابتلا پیش نہیں آیا اور نہ ماننے میں کچھ بھی توقف اور تردد کیا بلکہ سنتے ہی مان گئے لہذا اسلام میں یہ وہ پہلا اجماع ہے جو بلا توقف انشراح صدر کے ساتھ ہوا۔ خلاصہ کلام یہ کہ بیشک نصوص صریحہ کے رو سے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا تمام گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی موت پر جس میں حضرت مسیح بھی داخل ہیں اجماع ہو گیا تھا بلکہ حضرت مسیح اس اجماع کا پہلا نشانہ تھے۔ اب ذیل میں نصوص حدیثیہ کے رو سے ثبوت لکھتا ہوں تا معلوم ہو کہ ہم دونوں میں سے کون شخص خدا تعالےٰ سے خوف کر کے سچ پر قائم ہے اور کون شخص دلیری سے جھوٹ بولتا اور نصوص صریحہ کو چھوڑتا ہے۔

واضح ہو کہ اس بارہ میں صحیح بخاری میں جو اصح الکتب کہلاتی ہے مندرجہ ذیل عبارتیں ہیں۔ عن عبد اللہ بن عباس ان ابابکر خرج وعمر یکلم الناس فقال اجلس یا عمر فابی عمر ان یجلس فاقبل الناس الیہ و ترکوا عمر فقال ابوبکر اما بعد من منکم یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لایموت قال اللہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل - الی الشاکرین - وقال واللہ کان الناس لم یعلموا ان اللہ انزل ھذہ الآیۃ حتی تلاھا ابوبکر فتلقاھا منہ الناس کلّھم فما اسمع بشرا من الناس الا یتلوھا......ان عمرؓ قال واللہ ما ھو الا ان سمعتُ ابابکر تلاھا فعقِرت حتی ما یقلنی رجلای وحتی اھویت الی الارض حتی سمعتہ تلاھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد مات - یعنے ابن عباس سے روایت ہے کہ ابوبکر نکلا (یعنے بروز وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اور عمر لوگوں سے کچھ باتیں کر رہا تھا (یعنے کہہ رہا تھا کہ آنحضرت فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں) پس ابوبکر نے کہا کہ اے عمر بیٹھ جا مگر عمر نے بیٹھنے سے انکار کیا پس لوگ ابوبکر کیطرف متوجہ ہو گئے اور عمر کو چھوڑ دیا پس ابوبکر نے کہا کہ بعد حمد و صلوٰۃ واضح ہو

کہ جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہے اسکو معلوم ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہو گیا اور جو شخص تم میں سے خدا کی پرستش کرتا ہے تو خدا زندہ ہے جو نہیں مریگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر دلیل یہ ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ محمد صرف ایک رسول ہے اور اس سے پہلے تمام رسول اس دنیا سے گذر چکے ہیں یعنے مرچکے ہیں اور حضرت ابوبکر نے الشاکرین تک یہ آیت پڑھکر سنائی۔ * کہا راوی نے پس بخدا گویا لوگ اس سے بے خبر تھے کہ یہہ آیت بھی خدا نے نازل کی ہے اور ابوبکر کے پڑھنے سے انکو پتہ لگا پس اس آیت کو تمام صحابہ نے ابوبکر سے سیکھہ لیا اور کوئی بھی صحابی یا غیر صحابی باقی نہ رہا جو اس آیت کو پڑھتا نہ تھا اور عمر نے کہا کہ بخدا میں نے یہ آیت ابوبکر سے ہی سنی جب اس نے پڑھی پس میں اس کے سننے سے ایسا بے حواس اور زخمی ہو گیا ہوں کہ میرے پیر مجھے اٹھا نہیں سکتے اور میں اُس وقت سے زمین پر گرا جاتا ہوں جب سے کہ میں نے یہ آیت پڑھتے سنا اور یہ کلمہ کہتے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔ اور اس جگہ قسطلانی شرح بخاری کی یہ عبارت ہے وعمر بن الخطاب یکلم الناس یقول لہم مامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ..... ولا یموت حتی یقتل المنافقین یعنے حضرت عمر رضی اللہ

---

* اس آیت کا اگلا فقرہ یعنے افان مات او قتل صاف بتلا رہا ہے کہ خدا تعالےٰ کے نزدیک گذر جانا صرف دو قسم پر ہے یا بذریعہ موت حتف انف اور یا بذریعہ قتل اور خدا تعالےٰ نے اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ گذر جانا اس طرح بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص زندہ بجسم عنصری آسمان پر چلا جائے۔ پس جبکہ خدا تعالےٰ نے گذر جانے کی تشریح لفظ افان مات او قتل سے آپ کردی اور اسی پر حصر کردیا تو اس کے بعد نہ ماننا کسی صالح مومن کا کام نہیں۔ منہ

عنہ لوگوں سے باتیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے اور جب تک منافقوں کو قتل نہ کرلیں فوت نہیں ہوں گے اور ملل و نحل شہرستانی + میں اس قصہ کے متعلق یہہ عبارت ہے - قال عمر بن الخطاب من قال ان محمدا مات فقتلته بسیفی هذا - و انما رُفع الی السماء کما رفع عیسی ابن مریم علیہ السلام و قال ابوبکر بن قحافه من کان یعبد محمدًا فان محمدًا قد مات و من کان یعبد الٰہ محمدٍ فانه حی لا یموت و قرء هذه الاٰیة و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم فرجع القوم الی قوله دیکھو ملل نحل جلد ثالث - ترجمہ یہ ہے کہ عمر خطاب کہتے تھے کہ جو شخص یہ کہیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو میں اپنی اسی تلوار سے اس کو قتل کردونگا بلکہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جیسا کہ عیسی بن مریم اٹھائے + گئے اور

+ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ جو شخص حضرت سیدنا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کلمہ موںھ پر لائے گا کہ وہ مرگئے ہیں تو میں اس کو اپنی اسی تلوار سے اس کو قتل کر دونگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو اپنے کسی خیال کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر بہت غلو ہو گیا تھا اور وہ اس کلمہ کو جو آنحضرت مرگئے کلمہ کفر اور ارتداد سمجھتے تھے - خدا تعالے ہزارہا نیک اجر حضرت ابوبکر کو بخشے کہ جلد تر انھوں نے اس فتنہ کو فرو کر دیا اور نص صریح کو پیش کر کے بتلا دیا کہ گذشتہ تمام نبی مرگئے ہیں اور جیسا کو انھوں نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ کو قتل کیا درحقیقت اس تصریح سے بھی بہت سے فیج اعوج کے کذابوں کو تمام صحابہ کے اجتماع سے قتل کر دیا گویا چار کذاب نہیں بلکہ پانچ کذاب مارے - یا الٰہی انکی جان پر کروڑہا رحمتیں نازل کر آمین - اگر اس جگہ خلت کے یہ معنے کئے جائیں کہ بعض نبی زندہ آسمان پر جا بیٹھے ہیں تب تو اس صورت

+ الملل لابی الفتح الامام محمد بن عبد الکریم الشہرستانی المتوفی ۵۴۸ھ قال التاج السبکی فی طبقاته کتاب الملل و النحل للشہرستانی ھو عندی خیر کتاب فی ھذا الباب صفحہ ۹ - منہ

ابوبکر نے کہا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہے تو وہ تو ضرور فوت ہو گئے ہیں اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی عبادت کرتا ہے تو وہ زندہ ہے نہیں مرے گا۔ یعنے ایک خدا ہی میں یہ صفت ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ ہے اور باقی تمام نوع انسان و حیوان پہلے اس سے مرجاتے ہیں کہ انکی نسبت خلود کا گمان ہو۔ اور پھر حضرت ابوبکر نے یہ آیت پڑھی جس کا یہ ترجمہ ہے کہ محمد

میں حضرت عمر حق بجانب ٹھہرتے ہیں اور یہ آیت انکو مضر نہیں بلکہ اُنکی موید ٹھہرتی ہے لیکن اس آیت کا اگلا فقرہ جو بطور تشریح ہے یعنے افان مات او قتل جس پر حضرت ابوبکر کی نظر جا پڑی ظاہر کر رہا ہے کہ اس آیت کے یہ معنے لینا کہ تمام نبی گذر گئے گو مر کر گذر گئے یا زندہ ہی گذر گئے یہ دجل اور تحریف اور خدا کی منشاء کے برخلاف ایک عظیم افترا ہے۔ اور ایسے افترا عمداً کرنے والے جو عدالت کے دن سے نہیں ڈرتے اور خدا کی اپنی تشریح کے برخلاف الٹے معنے کرتے ہیں وہ بلاشبہ ابدی لعنت کے نیچے ہیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس وقت تک اس آیت کا علم نہیں تھا اور دوسرے بعض صحابہ بھی اسی غلط خیال میں مبتلا تھے اور اُس سہو و نسیان میں گرفتار تھے جو مقتضائے بشریت ہے اور اُنکے دل میں تھا کہ بعض نبی ابتک زندہ ہیں اور پھر دنیا میں آئیں گے۔ پھر کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مانند نہ ہوں۔ لیکن حضرت ابوبکر نے تمام آیت پڑھکر اور افان مات او قتل سناکر دلوں میں بٹھا دیا کہ **خلت** کے معنے دو قسم میں ہی محصور ہیں (۱) حتف انف سے مرنا یعنے طبعی موت۔ (۲) مارے جانا۔ تب مخالفوں نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور تمام صحابہ اس کلمہ پر متفق ہو گئے کہ گذشتہ نبی سب مرگئے ہیں اور فقرہ افان مات او قتل کا بڑا ہی اثر پڑا اور سب نے اپنے مخالفانہ خیالات سے رجوع کر لیا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ منہ

(صلی اللہ علیہ وسلم) رسول ہیں اور سب رسول دنیا سے گذر گئے کیا اگر وہ فوت ہو گئے یا قتل کئے گئے تو تم مرتد ہو جاؤ گے تب لوگوں نے اس آیت کو سنکر اپنے خیالات سے رجوع کرلیا۔ اب سوچو کہ حضرت ابوبکر کا اگر قرآن سے یہ استدلال نہیں تھا کہ تمام نبی فوت ہوچکے ہیں اور نیز اگر یہ استدلال صریح اور قطعیۃ الدلالت نہیں تھا تو وہ صحابہ جو بقول آپ کے ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھے محض ظنی اور شکی امر پر کیونکر قائل ہو گئے اور کیوں یہ حجت پیش نہ کی کہ یا حضرت یہ آپکی دلیل ناتمام ہے اور کوئی نصّ قطعیۃ الدلالت آپ کے ہاتھ میں نہیں۔ کیا آپ ابتک اس سے بے خبر ہیں کہ قرآن ہی آیت رافعك الیّ میں حضرت مسیح کا بجسمہ العنصری آسمان پر جانا بیان فرماتا ہے۔ کیا بل دفعہ اللہ الیہ بھی آپنے نہیں سنا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر جانا آپ کے نزدیک کیوں مستبعد ہے بلکہ صحابہ نے جو مذاق قرآن سے واقف تھے آیت کو سنکر اور لفظ خلت کی تشریح فقرہ افان مات او قتل میں پاکر فی الفور اپنے پہلے خیال کو چھوڑ دیا اور ان کے دل آنحضرت کی موت کی وجہ سے سخت غمناک اور چور ہوگئے اور ان کی جان گھٹ گئی اور حضرت عمر نے فرمایا کہ اس آیت کو سننے کے بعد میری یہ حالت ہوگئی ہے کہ میرے جسم کو میرے پیر اٹھا نہیں سکتے اور میں زمین پر گرا جاتا ہوں۔ سبحان اللہ کیسے سعید اور وقاف عند القرآن تھے کہ جب آیت میں غور کر کے سمجھ آگیا کہ تمام گذشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں تب بجز اس کے کہ رونا شروع کر دیا اور غم سے بھر گئے اور کچھ نکہا اور تب حضرت حسان بن ثابت نے یہ مرثیہ کہا

كُنتَ السوادَ لناظری فعمِی علیك الناظرُ
من شاء بعدك فلیمُتْ فعلیك كنت احاذرُ

پہلے تو میری آنکھ کی پتلی تھا پس میری آنکھیں تو تیرے مرنے سے اندھی ہوگئیں اب تیرے بعد میں کسی کی زندگی کو کیا کروں عیسیٰ مرے یا موسیٰ مرے بیشک مرجائیں مجھے تو تیرا ہی غم تھا۔ یاد رہے کہ اگر حضرت ابوبکر کی نظر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام موت سے باہر ہوتے تو وہ ہرگز اس

آیت کو بطور استدلال پیش نہ کرتے اور اگر صحابہ کو اس آیت کے ان معنوں میں جو تمام نبی فوت ہو چکے ہیں کچھ تردد ہوتا تو وہ ضرور عرض کرتے کہ جس حالت میں حضرت عیسی علیہ السلام زندہ بجسم عنصری آسمان پر چلے گئے ہیں تو پھر یہ دلیل ناتمام ہے اور کیا وجہ کہ عیسی کیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم بھی زندہ آسمان پر نگئے ہوں۔ لیکن اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ کی موت کا بھی اُسی دن فیصلہ ہوا اور صحابہ نے اس آیت کو سنکر بعد اس کے کبھی دم نہیں مارا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں۔ اور چونکہ صحیح بخاری کے لفظ کلّہم سے ثابت ہو گیا کہ اُسوقت سب صحابہ موجود تھے اور کسی نے اس آیت کے سننے کے بعد مخالفت نہ کی اس لئے ماننا پڑا کہ اُن سب کا تمام گذشتہ انبیاء کی موت پر اجماع ہو گیا اور یہ پہلا اجماع تھا جو صحابہ میں ہوا اور خلافت ابوبکر کے اجماع سے جو بعد اس کے ہوا یہ اجماع بہت بڑھکر تھا کیونکہ اس میں کسی نے دم نہیں مارا اور خلافت ابوبکر میں ابتدا میں اختلاف ہوگیا تھا ہاں اس جگہ یہ خیال گذرتا ہے کہ اس آیت کے سننے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عیسی کی نسبت یہ مذہب تھا کہ باوجود مرجانے کے وہ بھی دنیا میں واپس آئیں گے کیونکہ انھوں نے انکا رفع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع ایک ہی طور کا قرار دیا اور جبکہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا جسم تو حضرت عایشہ کے گھر میں ہی ابتک پڑا ہے تو وہ باوجود اقرار مشابہت کے کس طرح اس باتکے قائل ہو سکتے تھے کہ حضرت مسیح کا جسم آسمان پر چلا گیا لیکن آیت کو سنکر یہ خیال بھی انھوں نے چھوڑ دیا اور اس روز تمام صحابہ اس بات پہ ایمان لائے کہ اس سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں اور درحقیقت بڑی بے ادبی تھی اور سخت گناہ تھا کہ نبی خاتم الرسل افضل الانبیاء فوت ہو جائیں انکی میّت سامنے پڑی ہو اور کسی دوسرے نبی کی نسبت یہ خیال ہو کہ وہ فوت نہیں ہوا۔ درحقیقت یہ خیال اور محبت اور تعظیم رسول

کریم ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی - ایمانداری اور تقویٰ سے سوچو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم فوت نہیں ہوئے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اس خیال کا رد بجز اس کے کب ممکن تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت مسیح اور تمام گذشتہ نبیوں کی موت ثابت کرتے بھلا اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اس آیت قد خلت کے پڑھنے سے یہ ارادہ نہ تھا کہ حضرت مسیح وغیرہ انبیاء گذشتہ کی موت ثابت کریں تو انھوں نے حضرت عمر کے خیال کا رد کیا کیا - حضرت عمر کے اس خیال کا تمام دار مدار حضرت مسیح کے زندہ اٹھائے جانے پر تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ اپنے اجتہاد سے یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں اور پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم فوت ہوئے تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر حضرت مسیح زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں تو پھر ہمارے نبی احق و اولیٰ ہیں کہ زندہ آسمان پر چلے جائیں کیونکہ یہ ایک عظیم فضیلت ہے کہ خدا تعالےٰ کسی نبی کو زندہ آسمان پر اپنے پاس بلالے اور بلحاظ طریقت و حسن ادب یہ بات کفر کے رنگ میں تھی کہ ایسا سمجھا جائے کہ گویا حضرت مسیح تو زندہ آسمان پر چلے گئے اور وہ نبی جو خاتم الانبیاء اور افضل الانبیاء ہے جس کے وجود باجود کی بہت سی ضرورتیں ہیں وہ عمر طبعی تک بھی نہ پہونچے اگر بے ایمانی اور تعصب مانع نہ ہو تو یہ آیت مذکورہ بالا ایک بڑی نص صریح اس بات پر ہے کہ تمام صحابہ کا اسی پر اتفاق ہو گیا تھا کہ مسیح وغیرہ تمام گذشتہ انبیاء علیہم السلام فوت ہو چکے ہیں اور اگر یہ نہیں تو بھلا ہوش کرکے اور خدا سے ڈر کر بتلاؤ کہ اس مخالفت کے وقت میں جو حضرت ابوبکر کی رائے اور حضرت عمر کی رائے میں واقع ہوئی تھی جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی رائے کی تائید میں یہی پیش کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر اٹھائے

گئے ہیں سو ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم اٹھائے جائیں گے اور
پھر کیوں ممتنع اور محال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم باوجود بہتر
اور افضل ہونے کے حضرت مسیح کی طرح آسمان پر نہ اٹھائے جائیں -
اسوقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کی رائے کے رد کرنے
میں جو آیت قد خلت من قبلہ الرسل پڑھی اس سے انکا اگر یہ مطلب نہیں
تھا کہ حضرت عیسی بھی جن کا حوالہ دیا جاتا ہے فوت ہو چکے ہیں تو
پھر اور کیا مطلب تھا اور کیونکر حضرت عمر کے خیال کا بجز اس کے ازالہ
ہو سکتا تھا اور آپ کا یہ کہنا کہ اسپر اجماع نہیں ہوا یہ ایسا صریح جھوٹ
ہے کہ بے اختیار رونا آتا ہے کہ کہاں تک آپ لوگوں کی نوبت پہنچ
گئی ہے - اے عزیز بخاری میں تو اس جگہ کلہم کا لفظ موجود ہے جس
سے ظاہر ہے کہ کل صحابہ اسوقت موجود تھے اور لشکر اسامہ جو بیس
ہزار آدمی تہا اس مصیبت عظمی واقعہ خیر الرسل سے رک گیا تھا اور
وہ ایسا کون بے نصیب اور بدبخت تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ و سلم کی وفات کی خبر سنی اور فی الفور حاضر نہ ہوا - بھلا کسی کا
نام تو لو ماسوا اس کے اگر فرض بھی کر لیں کہ بعض صحابہ غیر حاضر
تھے تو آخر مہینہ دو مہینہ چھ مہینہ کے بعد ضرور آئے ہوں گے
پس اگر انھوں نے کوئی مخالفت ظاہر کی تہی اور آیت قد خلت کے
اور معنے کئے تہے تو آپ اس کو پیش کریں اور اگر پیش نہ کر سکیں
تو پس یہی ایمان اور دیانت کے برخلاف ہے کہ ایسے جامع اجماع
کے برخلاف آپ عقیدہ رکھتے ہیں حضرت مسیح کی موت پر یہ ایک
ایسا زبردست اجماع ہے کہ کوئی بے ایمان اس سے انکار کرے تو
کرے نیک بخت اور متقی آدمی تو ہرگز اس سے انکار نہیں کرے گا
اب بتلاؤ کہ حضرت مسیح کی موت پر اجماع تو ہوا زندگی پر کہاں اجماع
ثابت ہے برابر تفسیروں والے ہی لکھہ جاتے ہیں کہ یہ بھی قول ہے
کہ تین دن یا تین گھنٹے کے لئے مسیح مر بھی گیا تہا گویا مسیح کے لئے دو

موتیں تجویز کرتے ہیں میتتہ الاولی و میتتہ الاخری اور امام مالک کا قول ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے مرگیا - یہی قول امام ابن حزم کا ہے - معتزلہ برابر اس کی موت کے قائل ہیں اور بعض صوفیہ کرام کے فرقے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسی مسیح مرگیا اور اس کے خلق اور خو پر کوئی اور شخص اسی امت میں سے دنیا میں آئے گا اور بروزی طور پر وہ مسیح موعود کہلائے گا - اب دیکھو جتنے موتھ اتنی ہی باتیں اجماع کہاں رہا اجماع صرف موت پر ہوا اور یہی اجماع آپ لوگوں کو ہلاک کر گیا اب روافض کی طرح حضرت ابوبکر کو کوستے رہو جنہوں نے آپ کے اس عقیدہ کی بیخ کنی کی - اعلموا رحمکم الله ان حاصل کلامنا هذا ان الاجماع علی موت المسیح عیسی بن مریم وغیرہ من النبیین الذین بعثوا قبل سیدنا و رسولنا المصطفٰی صلی الله علیه و سلم ثابت متحقق بالنصوص الحدیثیة القطعیة و الروایات الصحیحة المتواترة - و یعلم کل من عندہ علم الحدیث ان هذا الاجماع قد انعقد فی ناد محشود و محفل مشهود عند اجتماع جمیع بدور الاصحاب و بحور الالباب - فما تناضلوا بالانکار و ما ردّوا رای امامهم المختار - و ما ذکروا شیئًا من هفوته - وما صالوا علی فوهته - بل سکنت عند بیان الصدیق قلوبهم - و مالت الی السلم حروبهم - و وجدوا البرهان المحکم و الدلیل القویّ الجلیل - فتحاموا القال و القیل - و صُقِلَ الخواطرُ - و انار القلوبُ و نشط الفاتر و کانوا قبل ذالك غرضَ اللظی - او کرجل التهبت احشاءه بالطوی بما عیل صبرهم بموت النبیّ سیدهم المصطفٰی محمدن المجتبٰی وبما قلقت قلوبهم و صار فوادهم فارغا بما فقدوا حبیبهم خیر الوری وکانوا کالمبهوتین فاذا قام عبد الله الصدیق - فتح علیهم باب التحقیق - و ادوہم من هذا الرحیق - و قُضِیَ الامر و اُزیل الشبهاتُ - و سکنت الاصواتُ - و انعقد الاجماع علی موت المسیح وسائر الانبیاء الماضین - بل هو اول ما اجمع علیه الصحابة بعد موت خاتم النبیین - ولهذا الاجماع شان اکبر من اجماعٍ انعقد علی خلافة ابی بکرن الصدیق

فان الصحابة اتفقوا عليه كلهم و ما بقي من فريق - و قبلوا ذالك الامر
من غير تردد و توقف بل باتم الاذعان و اليقين - و كان كلهم يتلون
الآيت و يُقرّون بموت الرسل و يبكون على موت سيد المرسلين - حتى اذا
سمع الفاروق الآية قال عُقِرت و ما تقلني رجلاي و كان من الحزن
كالمجانين - و قال حسّان و هو يرثي رسول الله صلى الله عليه و سلم
كنتَ السواد لناظري فعمى عليك الناظر - من شاء بعدك فليمت فعليك
كنت احاذر - يعني اى سيدى و حبيبي كنت قرة عيني ففقدتُ نور
عيني بفقدانك و لا ابالى بعدك ان يموت عيسى او موسىٰ او نبي آخر
فاني كنت عليك اخاف فاذا متّ فليمت من كان من السابقين
و في هذه اشارة الى ان الآية التى تلاها الصديق نبهت الصحابة
على موت الانبياء كلهم فما بقي لهم همّ في شانهم مثقال ذرة و ما كانوا
متاسفين - بل استبشروا بموت الجميع بعد موت رسولهم الامين و
لو كان الامر خلاف ذالك اعنى ان ثبت حيواة احد من الانبياء
السابقين بنص القرآن و بآية من آيات الفرقان فكادوا ان يموتوا
اسفا على رسولهم و كادوا ان يلحقوا بالميتين - و لكنهم لما علموا ان
رسولنا صلى الله عليه وسلم ليس بمنفرد بورود الموت من الله العلاّم بل الانبياء كلهم ماتوا من قبل
وسقوا كاس الحِمام تهلّلت وجوههم و استبشرت قلوبهم فكانوا يتلون هذه
الآية في سكك المدينة و اسواقها و مات المنافقون و لم يبق لهم سعة
ان يعترضوا على الاسلام بموت نبينا الصبيح و حيات المسيح فالحمد
لله على هذا العون الصريح - ان كلمة الاسلام هي العليا و يبرق
نوره من كل جنب و شفا - و الله ارسل محمداً و هو يكرمه الى
يوم الدين - و اذا ثبت الاجماع و لم يبق القناع و سطع الصبح
و ازال الظلمةَ الشعاع - فليسئل المنكرين ما بقي من عذرهم و
قد حصحص الحقّ النباعُ و كُرّر الثبوتُ و احكمت الاضلاعُ و كمل
الادواء و الاجماعُ - فمن ادعى بعد ذالك على رفع هذا الاجماع -

و عزا امرنا الی الابداع - نعلیه الدلیل القطعی من الکتاب والسنة و اثبات اجماعٍ انعقد علی حیات المسیح فی عهد الصحابة - و انّیٰ لهم هذا و لو ماتوا متفکرین - وکیف و لیس عندهم حجة من الله و لیس معهم سلطان مبین - ان یتبعون الا آباءهم الذین کانوا مخطئین - قست القلوب ورُفعت الامانات و ما بقی فیهم الافضول الهذر و ما بقی فیهم من یطلب کالمتقین - و اذا قیل لهم آمنوا بمن جاءکم من عند ربکم علی راس المائة و عند ضرورةٍ احسّها قلوب المومنین - قالوا لا نعرف من جاء و ما نراه الا احدا من الدجالین وقد عَلِموا انه یجیئهم حکما عدلا و یحکم بینهم فیما کانوا فیه مختلفین فکیف یصیر حالمهم محکومهم وکیف یقبل کلما جمعوا من رطب و یابس ما لهم لا یتفکرون کالعاقلین - و یسبّوننی عدوا بغیر علم فالله خیر محاسبا و هو یعلم ما فی صدور العالمین - وقد کانوا یستفتحون من قبل و یعدّون المائین - فلما جاءهم من یرقبونه نبذوا وصایا الله و رسوله وراء ظهورهم کانه جاء فی غیر وقته وکانهم ما عرفوه من علامة وکانوا من المعذورین - الم یروا کیف یتم الله به الحجّة بایات السماء و یعصم عِرض رسوله من قوم کافرین - بل کفروا به و قالوا فاسقٌ و من المفترین - نسیعلمون من فسق و من کان یفتری علی الله و ان الله لا یخفی علیه خافیة والله لا یجعل عاقبة الخیر الا لقوم متقین - وما قیل لی الا ما قیل للرسل من قبل - تشابهت القلوبُ - و زُیّن لهم اعمالهم و حسبوا انهم یعطون الثواب علی ما یوذوننی و یدخلون الجنة بالتحقیر و التکذیب و التوهین - وکفّرونی و فسّقونی وکذّبونی و جهّلونی و قالوا کافرٌ شر الناس - و لو شاء الله لما قالوا ولکن لیتمّ ما جاء فی نباء خیر المرسلین - و ما ینطقون الا بطرًا و رئاءَ الناس ولا یدبّرون الامرَ کالمنصفین - ولا تجد فی قلوبهم احقاق الحق کالصالحین - بل تجد کثیرا منهم یکیدون کل کیدٍ

لیطفؤا نور اللّٰہ بافواہہم وما کانوا خائفین۔ الا یقرؤن القرآن او لا یجاوز حناجرہم ان صاروا من المعرضین۔ الا یعلمون کیف قال اللّٰہ یا عیسٰی انی متوفیک۔ وقال فلما توفیتنی ثم یقبلون بعد کتاب مبین۔ الا یذکرون ان اجماع الصحابۃ قد انعقد علی موت الانبیاء کلہم اجمعین۔ أیرتابون فیہ او کانوا من المعتدین۔ ما لہم لا یذکرون یوماً مات فیہ رسول اللّٰہ وثبت معنی التوفی بموتہ وجمع فی الصحابۃ کرب الاولین والاٰخرین۔ ونزلت علیہم مصیبۃ لن یبالی کمثلہ احد من العالمین۔ وقال بعضہم لا نسلم موت رسول اللّٰہ وانہ سیرجع لقتل المنافقین۔ فحینئذ قام منہم عبدٌ کان اعلم بکتاب اللّٰہ وایدہ اللّٰہ بروحہ فصار من المتیقظین۔ وقال ایہا الناس ان محمداً مات کما مات اخوانہ من النبیین من قبل فلا تصرّوا واعلموا ما تعلمون ولا تکونوا من المسرفین۔ وقرا الاٰیۃ وقال مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا وَسَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ۔ ثم ما کان من الصحابۃ من خالفہ او تصدی للجدال کالمنکرین۔ ورُفع النزاع الذی نشاء بین الصحابۃ وقاموا من المجلس معترفین باکین۔ ولا یخفی انّ مقصود الصدیق رضی اللّٰہ عنہ من قراءۃ ہذہ الاٰیۃ ما کان الا تعمیم الموت وتسکین القلوب المضطرۃ بعموم ہذہ السنۃ وتنجیۃ المحزونین مما نزل علیہم وتسلیۃ المضطربین۔ وافحام المنافقین الضاحکین۔ ولو فرضنا ان الاٰیۃ تدل علی موت زمرۃ من الانبیاء فقط لا علی موت سائر النبیین فیفوت المقصود الذی تحرّاہ الصدیق بقراءۃ ہذہ الاٰیۃ کما لا یخفی علی العالمین فان ابا بکر رضی اللّٰہ عنہ ما کان مقصدہ من قرأتہا الا ان یبطل ما زعم عمر ومن معہ من حیات نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعودہ الی الدنیا مرۃ اخری ولا یحصل ہذا المقصود من ہذہ الاٰیۃ التی قرء واستدل الا الا بعد ان تجعل الاٰیۃ دلیلاً وبرہاناً علی موت جمیع الانبیاء الماضیین۔ ولیس یخفی ان مقصد ابی بکر من قرأۃ ہذہ الاٰیۃ کان تسلیۃ الصحابۃ بتعمیم سنت الموت وتبکیت المنافقین۔

وازالة ما اخذ الصحابة بموت نبيهم من قلق وكرب وضجر وبكاء وانين - فلو كان
مفهوم الاية مقصورا على ذكر موت البعض وحيات البعض فباي غرض قراءها
ابوبكر فانها كانت تخالف ما قصده بهذا المعنى وما كانت قراءتها مفيدة للسامعين - وما كان
حاصلها الا ان يزيد قلق الصحابة ويزيد حزنهم فوقما حزنوا ويسر الاجاج على جرح المجروحين -
فان رسولهم الذي كان احب الاشياء اليهم وكان جاءهم كالعهاد - وكانوا
يرقبون اثمار بركاته رقبة اهلة الاعياد - مات قبل اتمام امالهم - وقبل قلع المفسدين
واقيا لهم بل مات قبل اهلاك الكاذبين الذين ادعوا النبوة وثوروا الفتن
في الارضين - فلو كان ابن مريم وغيره احياء من غير ضرورة ومات نبينا الذي كانت ضرورته
لامته من غير ريبة وشبهة فاي رزء كان اكبر من ذلك لهؤلاء المخلصين واي
مصيبة كانت اصعب من هذه المصيبة لقوم فقدوا نبيهم خير النبيين - فلذلك كانوا
يرجون طول حيات النبي النبيل وما كان احد منهم يظن انه يموت بهذا الوقت وبهذا
العمر القليل - ويرجع الى ربه الجليل ويتركهم متألمين - فحسبوا موته في غير
اوانه - وقبل قطع الشوك وارواء بستانه - وقبل اجاحة مسيلمة الكذاب
واعوانه فاخذهم ما ياخذ اليتامى الصغار عند هلاك المتكفلين - وهذا اخر ما اردنا في هذا الباب

والحمد لله رب العالمين

تمت

المولف

میرزا غلام احمد عافاه الله وايد